بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں تم سب میں حسب و نسب کے لحاظ سے بہتر ہوں (الحدیث)

نسب نبوی پر بے مثال کتاب

مذہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

تالیف

صاحبزادہ محمد عبدالحسن الجامی السعیدی

خطیب جامع مسجد رشیدیہ سمن آباد ○ لاہور

(دارالعلوم) جامعہ رشیدیہ

نزد میانہ مارکیٹ سمن آباد لاہور

S-1

538

1908

۷۸۶
۹۲

میں تم سب میں حسب و نسب کے لحاظ سے بہتر ہوں (الحدیث)

نسب نبوی پر بے مثال کتاب

مذہبُ الصّلحاء

فی

آباءِ المصطفیٰ علیہ التحیّۃ والثناء

محمدیہ لائبریری
رقم التسلسل
جامعہ اسلامیہ لاہور

تصنیف

علامہ محمد عبدُالرحمٰن الجامی السّعیدی
ایم اے عربی/اسلامیات و گولڈ میڈلسٹ

ناشر

دارالعلوم جامعہ محمدیہ رشیدیہ ۲۳۳ این نزد ڈونگی گراؤنڈ
سمن آباد - لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	مذہب المصلیٰ فی آثارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا
نام مؤلف	مولانا محمد عبدالرحمٰن جامی سعیدی
صفحات	۱۷۵
بار اول	
تعداد	۵۰۰
خوشنویس	محمد ارشاد
قیمت	۳۵ روپے
تاریخ اشاعت	یکم اپریل ۱۹۹۲ء

ناشر: (دارالعلوم) جامعہ محمدیہ رشیدیہ
۲۳۳- این بلاک بالمقابل ڈونگی گراؤنڈ
سمن آباد - لاہور

لائبریری

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مشمولات	صفحہ نمبر
۱	تعارف مصنف	۸
۲	پیش لفظ	۱۲
۳	آغاز کتاب	۱۴
۴	نسب نبوی کی فضیلت	۱۸
۵	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۰
۶	ضروری وضاحت	۲۶
۷	امام ابن حجر مکی کا خواب	۲۶
۸	آیت نمبر۲	۲۷
۹	آیت نمبر۳	۳۰
۱۰	حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے	۳۷
۱۱	نسب نبوی	۳۹
۱۲	حضرت عبدالمطلب کے مومن ہونے کی ایک اور دلیل	۴۷
۱۳	ایک شبہ کا ازالہ	۵۸
۱۴	ایک سوال اور اس کا جواب	۶۱
۱۵	پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۶۵
۱۶	ایک غلطی کا ازالہ	۷۵
۱۷	امام ابن حبیب کا تعارف	۷۹
۱۸	حضرت مضر و حضرت ربیعہ مومن و متقی تھے	۸۷
۱۹	سند حدیث پر بحث	۸۹
۲۰	سند حدیث	۹۰

نمبر شمار	مشمولات	صفحہ نمبر
۲۱	امام ابو عبید البکری کا تعارف	۹۳
۲۲	ایک سوال اور اس کا جواب	۹۴
۲۳	حضرت معد کس دور میں تھے ؟	۹۷
۲۴	حضور	۹۹
۲۵	تفسیر آیات مبارکہ	۱۰۰
۲۶	حضرت شعیب علیہ السلام	۱۰۱
۲۷	حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام	۱۰۴
۲۸	اصحاب الرس	۱۰۴
۲۹	حضرت ارمیاء و برخیاء علیہما السلام	۱۰۷
۳۰	حران	۱۰۹
۳۱	ریسوب	۱۱۰
۳۲	حضرت معد بن عدنان موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے	۱۱۰
۳۳	سند حدیث	۱۱۲
۳۴	حدیث ضعیف دوسری سند کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے	۱۱۳
۳۵	آباء مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول نہ ہوئی	۱۱۴
۳۶	حضرت مکحول کا تعارف	۱۱۶
۳۷	امام زہری کا تعارف	۱۱۸
۳۸	ایک غلطی کا ازالہ	۱۲۰
۳۹	حضرت معد کے والد حضرت عدنان ہیں	۱۲۱
۴۰	نسب نبوی	۱۲۳
۴۱	حضرت عدنان کا نسب	۱۲۴
۴۲	امام دولابی کا تعارف	۱۲۶
۴۳	سند حدیث	۱۲۸

نمبر شمار مشمولات

۴۴ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام کا درمیانی عرصہ ؟
۴۵ حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا درمیانی عرصہ ؟
۴۶ عرب میں سب سے پہلے شرک عمرو بن لحی نے رائج کیا
۴۷ عمرو بن لحی سے پہلے بنی اسماعیل دین ابراہیمی پر تھے
۴۸ حضرت قیدار کے نکاح کا عجیب واقعہ
۴۹ حضرت قیدار کے خصائل
۵۰ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
۵۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد
۵۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت
۵۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام
۵۴ ایک شبہ کا ازالہ
۵۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات
۵۶ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب
۵۷ حضرت نوح علیہ السلام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء مومنین صالح تھے
۵۸ کشتیٔ نوح علیہ السلام
۵۹ حضرت نوح علیہ السلام کا نسب
۶۰ چار نبی زندہ ہیں
۶۱ زمین پر پہلے دو شہر
۶۲ ولادت حضرت شیث علیہ السلام
۶۳ حدیث ان ابی و اباک فی النار کا جواب
۶۴ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مومنہ ہونے کی دلیل
۶۵ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر سمجھنے والا ملعون ہے

۴۸۶
۹۲

انتساب

امامِ اہلِ سنّت، غزالیٔ زمان، رازیٔ دوراں، سیّد المحققین سند المحدثین، امام الاتقیاء، السیّد احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے نام جن کی دعاؤں سے فقیر پر تقصیر اس لائق ہوا۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم العلماء۔ محمد عبدالرحمٰن جامی سعیدی

۱۴۱۲—۵—۱۱ بروز پیر

تعارف مصنف

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اللہ وحدہ لا شریک اپنے حبیب پاک علیہ التحیتہ والتسلیمات کے طفیل اپنی عنایات و کرم اپنے بندوں پر فرماتا ہے ۔ کسی کو حسن و لطافت سے مالا مال فرمایا تو کسی کو نطق و سخن کا بحر بیکراں ۔ کسی کے حصے میں تفکر آیا تو کوئی تدبر و فراست سے بہرہ مند ہوا ۔ کسی کو جاہ و حشمت ملی تو کسی کو علم و عرفان کا تاج پہنایا ۔ احسان خداوندی اس کے سوا اور کیا ہو گا کہ زیر نظر کتاب " مذہب الصلحاء فی آباء المصطفے " علیہ التحیتہ و الثناء کے مصنف صاحب زادہ مولانا قاری محمد عبد الرحمٰن الجامی السعیدی صغیر سنی میں ہی علمی طور پر انتیاقد اور شخصیت کے روپ میں سامنے آئے ۔ یہ تقسیم ربانی ہے ۔ ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے

رضینا قسمتہ الجبار فینا ۔ لنا علم و للجھال مال

ان المال یفنی لیس باق ۔ و ان العلم باق لا یزال

حالات زندگی

مولانا محمد عبد الرحمٰن ابن حافظ محمد حسین ابن حافظ اللہ بخش ابن حاجی غلام حسین ابن میاں محمد اسماعیل ابن میاں محمد یار ابن حضرت غوث محمد وریام رحمتہ اللہ . حضرت غوث رحمتہ اللہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں پاک پتن شریف سے ہجرت فرما کر جھنگ میں آباد ہوئے ۔ آپ کا مزار مقدس حضرت غوث پیر سید محمد جواد شاہ صاحب رحمتہ اللہ کے پہلو میں واقع ہے ۔ حضرت غوث محمد وریام رحمتہ اللہ اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ اور باکرامت ولی تھے ۔ ان کی اولاد جھنگ سے ہجرت کر کے ۱۹۳۴ء میں ملتان کے نواح میں آباد ہوئی ۔

ابتداء ہی سے یہ خاندان خدمت دین میں مصروف ہے ۔ مصنف کے نانا بزرگ حضرت الحاج محمد عمر حیات صاحب مدظلہ اس وقت بھی خدمت دین الٰہی میں مصروف ہیں ۔ ان کی ساری اولاد قرآن کریم کی حافظ ہے ۔

ولادت

مولانا جامی صاحب ضلع ملتان کے مشرقی علاقہ موضع کوٹھیوالا میں ۱۹۶۶ء کو اس علمی خاندان میں پیدا ہوئے اور اپنے نانا بزرگ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی

تعلیم

نو سال کی عمر میں اپنے نانا بزرگ سے قرآن کریم حفظ کیا اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں پھر حضرت علامہ الحاج شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب رضوی کے جامعہ مظہرالعلوم دولت گیٹ ملتان میں گلستان سعدی تک فارسی کی تعلیم حاصل کی . اس کے بعد اپنے ماموں کے پاس جو اس وقت لاہور میں مسند تدریس پر فائز تھے جامعہ غوثیہ مسلم ٹاؤن میں صرف و نحو کی ابتدائی کتب پڑھیں ۔ پھر جامعہ عبیدیہ رحمانیہ ملتان میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقادر صاحب (مسند نشین حضرت خواجہ محمد عبیداللہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ) سے نور الانوار ، شرح وقایہ ، مقامات حریری ، جلالین شریف تک اسباق پڑھے ۔ کچھ عرصہ آپ کراچی دارالعلوم حبیبیہ پرانی میمن سجد میں حضرت علامہ سید محمد حسین گردیزی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی رہے ۔ اس کے بعد حضرت امام اہل سنت غزالی زماں رازی دوراں السید احمد سعید الکاظمی قدس سرہ کے زیر سایہ جامعہ عربیہ انوارالعلوم ملتان میں مشکوۃ شریف اور قصیدہ بردہ شریف کے اسباق پڑھے ۔

تجوید و قرات زینت القراء سید زوار حسین شاہ صاحب بخاری اور استاذ القراء مجودالعصر حضرت مولانا قاری گوہر علی صاحب قادری سے پڑھی ۔

۱۹۸۴ء میں حضرت قبلہ استاذ العلماء مفتی غلام سرور صاحب قادری کے حکم جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ (II) لاہور میں تحصیل علم کے لئے تشریف لائے اور تمام ون کی تکمیل حضرت قبلہ مفتی صاحب سے کی ۔

دورہ حدیث شریف حضرت مولانا الحاج محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب اور نرت مولانا الشاہ مفتی غلام سرور قادری صاحب سے ۱۹۸۶ء میں پڑھا اور تنظیم دارس پاکستان سے الشہادۃ العالمیہ کی سند درجہ ممتاز میں حاصل کی ۔

علمی خدمات

اس کے بعد جامعہ غوثیہ گلبرگ ہی میں تین سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس دوران اجماع امت کی حجیت پر عربی زبان میں نہایت تحقیقی کتاب "الالماع فی حجیتہ الاجماع" لکھی جو آپ کی پہلی تصنیف ہے۔ لاہور کے جید علماء کرام نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کے ساتھ حضرت قبلہ مفتی صاحب کے فرمان پر رسالہ "حلف المدعی مع الشاھد الواحد" لکھا جو دیال سنگھ لائبریری نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ مصنف کا رسالہ اس موضوع پر پہلا تحقیقی رسالہ ہے۔ اس موضوع پر آج تک کسی صاحب علم نے قلم نہیں اٹھائی۔

آپ کچھ عرصہ استاذالقراء جناب قاری گوہر علی صاحب قادری کے مدرسہ جامعہ حسان بن ثابت دھاڑی میں نائب مہتمم بھی رہے اس دوران آپ نے دو کتابیں لکھیں ۱ "الاربعین من کلام سیدالمرسلین" ۲ "نفع الاموات بالدعاء بعد الصلوۃ"۔

پھر آپ جامعہ رضویہ سینٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور میں نائب مفتی کی حیثیت سے تشریف لائے اور تاحال یہ خدمت سرانجام دیے رہے ہیں۔ آپ نے علماء دین کی فضیلت اور جاہل صوفیاء کی رد میں ایک معرکتہ الاراء کتاب "العلماء و الصوفیاء" بھی لکھی۔ جو ماہنامہ "البر" میں سات قسطوں میں شائع ہو چکی ہے۔

زیرنظر تصنیف بھی اس موضوع پر پہلی اور بے مثال کتاب ہے جس میں آپ نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نسب مبارک حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ سے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تک تمام آباء و امہات کے ایمان کو قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا ہے۔ نیز آپ نے عورت کی حکمرانی کے عدم جواز پر بھی عربی زبان میں ایک مدلل کتاب لکھی ہے جو ابھی زیر ترتیب ہے۔

رب لم یزل کا کرم عظیم ہے کہ اس نے آپ کو کم عمری ہی میں دولت علم سے نوازا اور اپنے دین مستقیم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

بحضور خدائے قدوس دست بدعا ہوں کے وہ اپنے محبوب کریم رؤف و رحیم علیہ التحیتہ والتسلیم کے صدقے سے آپ کی عمردراز فرمائے اور اس طرح علم دین کی خدمت کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

اللّٰھم زدہ علما" و رشدا بحق سیدالانبیاء والمرسلین

فقط دعاگو
الافقرالی الرب الاکبر
صاحبزادہ محمد اسمٰعیل قادری
ایم او ایل عربی ' ایم اے اسلامیات
فاضل اردو
جھوک لشکر پور ' ملتان
۹۱-۱۲-۲۹ بروز اتوار بمطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

حمد وثنا کے بعد خدائے بزرگ و برتر جل وعلا نے بنی نوع انسان پر یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں اپنے پیارے محبوب سیّد الانبیا حضرت محمّد مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا کو مبعوث فرمایا ۔ اور آپ کو اپنی ساری مخلوق میں مقام و مرتبہ اور حسب نسب کے لحاظ سے افضل واعلیٰ بنایا۔

میں نے زیرِ نظر کتاب "مذہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا" (جو فاضل نوجوان حضرت مولینا محمد عبدالرحمٰن جامی کی تصنیف ہے) کا اوّل سے آخر تک بغور مطالعہ کیا۔ اس موضوع پر اس کتاب کو نہایت ہی معتبر و مستند اور نہایت ہی عظیم پایا۔ ربِ ذوالجلال کا یہ عظیم احسان ہے کہ مصنف کو اس موضوع پر پہلی اور نہایت ہی تحقیقی کتاب لکھنے کی ہمّت عطا فرمائی ۔ علماءِ کرام کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنّف کے علم وعمل میں برکت دے اور ان کی تصنیفات کو مقبولِ خاص وعام بنائے ۔ مصنّف کی یہ بلند پایہ تصنیف روایات وحکایات کی تصویر نہیں بلکہ اس موضوع پر ایسی جامع اور مکمّل کتاب ہے،

جس کے مطالعہ کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں رہتی ۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ زیرِ نظر کتاب کو پڑھ کر ہر شخص اپنا ظرفِ تمنّا لبریز کرلے گا۔

خدائے قدوس کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ فاضل مصنف نے کتاب ہٰذا کو ترتیب و تدوین کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ کر دیا ہے ۔ جس کی تابانیاں علماءِ کرام اور عوام اہلِ سنّت کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام دیں گی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی مکمل تفصیل اور آپ کے تمام آباء و امہات کے ایمان کے ثبوت پر اس قدر دلائل یکجا کرنا ایک بڑا کارنامہ ہے جس کو مولانا جامی نے اچھی طرح انجام دیا۔

فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء

فقط

خادم العلماء غلام کریم نظامی

شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ

گلبرگ، لاہور

مورخہ ۲۳ / جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

مطابق ۳۰ / دسمبر ۱۹۹۱ء

یوم دوشنبہ مبارکہ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین ٥ خالق السموات والارضین
الذی خلق نور حبیبه قبل جمیع المخلوقین
ثم اودعه فی اصلاب الانبیاء والساجدین
وبیّنه بقوله : وتقلبک فی الساجدین ٥
والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ٥
الذی ارسل بالمؤمنین رؤف الرحیم ٥ خیر
الخلیقة وازکاها حسبا ونسبا فی العالمین ٥
وتنقل نوره من ارحام الطاهرات واصلاب
الطاهرین وعلی اله واصحابه واٰبائه إلی
یوم الدین ، بسم الله الرحمن الرحیم ٥
قد قال الله تعالٰی : لقد جاءکم رسول
من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رؤف الرحیم ٥ نبی سری :
سیّد ، شریف ، سخیّ ، قدره علی ، وبرهانه
جلی : افضل الخلق اما وابا وازکاهم حسبا ونسبا
خلق الله لاجله الکونین واقربه من کل
مومن الحسینین بطینین ، وجعله نبی الانبیاء

ادم منجدل فی طینته وکتب اسمه علی العرش اعلاما
بمرتبته عنده وفضیلته ، وتوسل بها ادم فتاب علیه
اخبره انه لولاه ما خلقه وناهیک بها مزیة لدیه
نبی خص بالتقدیم قدما وآدم بعد فی طین وماء
کریم بالحیا من راحتیه ، بجود وفی المحیاء بالحیاء
ن الله ملکه الجنان وخصه بطهارة النسب تعظیما
شانه ، وحفظ اباءه من الدنس تتمیما برهانه ،
جعل کل اصل من اصوله خیر اهل زمانه ، القی الله
وره فی جبهة آدم وهو الدرة الفاخرة ، ثم لم یزل
لله ینقله من الاصلاب الکریمة الی الارحام
طاهرة ، حتی بعثه رسولا الی الخلق کافه ، من الانس
الجن والملائکة الصافة :

اما بعد : زمانہ قدیم سے اہلِ سنت کا یہ مذہب چلا آرہا ہے کہ
ی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین طیبین وطاہرین، مومن
حد، صالح ومتقی تھے ۔ اور اکثر آئمہ اعلام مثلاً امام جلال الملة والدین
د الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رضی اللہ عنہ، امام الائمہ، مجدد الامت الفخر
رازی اور امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا القادری رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ
ریباً تیس ائمہ اعلام نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں جن کے اسمائے گرامی
ول الاسلام لاصول الرسول الکرام کے آخر میں درج ہیں اور ان ائمہ نے
ائل قاہرہ وبراہین قاطعہ سے ثابت کیا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ
لہ وسلم کے جمیع آباء وامہات حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ

عنہا سے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تک مومنین، مومنات اور محبوبانِ خدا تھے۔ ان میں کوئی ایک بھی غیر مسلم نہ تھا۔ ان ائمہ اعلام کی پیروی کرتے ہوئے محض اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے وسیلہ سے مجھے اپنے محبوبین بندوں میں شامل فرمائے اور یہ عظیم کتاب میرے گناہوں کا کفارہ ہو اور عوامِ اہلِ سنت اس سے مستفید ہو کر مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

یہ مختصر سا تحفہ اہل سنت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ جو اس کتاب کو پڑھ کر مسرور ہو وہ مجھ فقیر کے حق میں دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے ضرور دعا فرمائے۔ اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا ہے اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام مومن، مؤحد تھے اور اپنی استطاعت کے مطابق آپ کے نسب مبارک کی پوری تفصیل ذکر کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک تمام نسبوں سے اعلیٰ و افضل اور نہایت ہی پاکیزہ ہے۔ آپ کے آبأ و اجداد سب مومن، موحد، متقی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے آیت نمبر ا

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (الشعرآیت نمبر ۲۱۹)

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو

یعنی جب آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں میں پاک شکموں میں گردش کرتا رہا تھا۔ ہم دیکھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے تمام آبأ و اجداد مومن، مؤحد، حق تعالیٰ کے عابد تھے۔ ان میں کوئی کافر، فاسق نہ تھا (نور العرفان)

بعض مفسرین نے فرمایا اس آیت میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ تک مومنین کی اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ

فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن ہیں (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تفسیر در منثور ج ۵ ص ۹۸ میں، اور علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲۲ میں اور علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الخازن متوفی ۷۰۵ھ، لباب التاویل ج ۵ ص ۱۲۹، اور امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۹ میں، بروایت حضرت عطا اور امام ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی متوفی ۵۹۷ھ زاد المسیر ج ۶ ص ۱۴۸ میں بروایت حضرت عکرمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۶۷۱ھ الاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۴ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: کہ آپ نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی اصلاب میں رہے یہاں تک کہ آپ نبی مبعوث ہوئے۔

قال السیوطی اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ والبونعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ وتقلبك فی الساجدین، قال مازال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام سیوطی کی عبارت یہ ہے: امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وتقلبك فی الساجدین" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا

یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امہ: (وقال الشوکانی) اخرج ابن ابی عمر العدنی فی مسندہ والبزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ، والبونعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: من نبیّ الی نبیّ حتی اخرجت نبیًّا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیا کی پشتوں میں گردش کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو آپ کی والدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا۔ (شوکانی کی عبارت یہ ہے) ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں اور امام بزار، ابن ابی حاتم اور امام طبرانی ابن مردویہ اور امام ابو نعیم نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی روایت کی ہے،

وقال ابن کثیر: روی البزار: وابن ابی حاتم من طریقین عن ابن عباس انہ قال فی ھذہ الآیۃ یعنی تقلبہ من صلب نبی الی صلب نبی حتی اخرجہ نبیًّا:

ابن کثیر کہتے ہیں امام بزار اور ابن ابی حاتم نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے

وقال القرطبی عن ابن عباس: ای فی اصلاب الآباء آدم ونوح وابراھیم حتی اخرجہ نبیًّا:

(امام قرطبی کہتے ہیں) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدم، نوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام کی پشتوں میں رہے یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا۔

اور علامہ سلیمان الجمل فتوحات الٰہیہ میں، اور علامہ احمد صاوی المالکی حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالساجدين المؤمنين: والمعنى يراك متقلبا في اصلاب وارحام المؤمنين من لدن آدم وحواء إلى عبد الله وآمنة، فجميع اصوله رجالا ونساء مومنون (الجمل ج ۳ ص ۲۹۶ وصاوی ج ۳ ص ۱۸۴)

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ آزر کافر تھے لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء، سب کے سب مومن تھے، درست نہیں ؟ اس کے دو جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ آزر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ نہیں بلکہ چچا ہیں۔ اور عربی زبان میں چچا اور دادا کو بھی "اب" یعنی باپ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے، اور وہ مومن، موحد تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر تھے تو پھر ہمارے قول کا مطلب یہ ہے کہ "جب تک نور محمدی ان کی صلب میں جلوہ گر رہا، تب تک وہ موحد تھے۔ اس طرح جس کی پشت میں نور محمدی جلوہ فرما ہوا تب وہ موحد، مومن رہے۔ لہٰذا اگر ان میں سے کسی سے کفر و شرک کا صدور ہوا تو وہ انتقالِ نور محمدی کے بعد ہوا۔ (صاوی علی الجلالین ج ۳ ص ۱۸۴) اس جواب کو علامہ سلیمان

الجمل نے احسن جواب قرار دیا ہے۔

(فتوحات الٰہیہ ج ۳ ص ۲۹۶)

قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ بروایتِ عطا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قولِ مذکور کو رقم کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

لكن في هذا التاويل	لیکن اس تاویل میں کمالِ مدح
ليس كمال المدح لاشتراك	نہیں کیونکہ اس میں قریش
قريش بل جميع	بلکہ تمام لوگ شریک ہیں بلکہ اس
الناس فيه بل الاولى	سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
ان يقال المراد منه	علیہ وآلہ وسلم پاک لوگوں، اللہ
تقلبك من اصلاب	کے حضور عابدوں کی پشتوں
الطاهرين الساجدين لله	سے پاک عورتوں، اللہ کے حضور
الى ارحام الطاهرات	سجدہ کرنے والیوں کے بطنوں
الساجدات ومن ارحام	کی طرف اور عابدہ عورتوں کے
الساجدات الى اصلاب	رحموں سے پاک پشتوں کی جانب
الطاهرين اي الموحدين	یعنی موحدین اور موحدات کی طرف
والموحدات حتى يدل على	منتقل ہوتے رہے تاکہ اس سے
ان آباء النبي صلى الله	یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
عليه وآله وسلم كلهم	وآلہ وسلم کے تمام آباء مومنین
كانوا مومنين:	تھے۔
كذا قال السيوطي: و	امام سیوطی نے ایسے ہی فرمایا ہے
قال الحافظ شمس الدين بن	اور امام حافظ شمس الدین دمشقی نے

ناصر الدين الدمشقي : ٤
وينقل احدٌ نورا عظيما :
تلألأ في وجوه
الساجدين : تقلب فيهم
قرنا فقرنا : الى ان جاء
خير المرسلين ومما
يؤيد هذا التاويل ما
رواه البخاري في الصحيح
عنه صلى الله عليه وسلم
قال بعثت من خير قرون
بني آدم قرنا فقرنا حتى
بعثت من القرن الذى
كنت فيه :

وروى مسلم من حديث
واثلة بن الاسقع قوله
صلى الله عليه وسلم ان
الله اصطفى من ولد ابراهيم
اسمٰعيل واصطفى من بني اسمٰعيل
بني كنانة قريشا واصطفى
من قريش بني هاشم
واصطفاني من بني هاشم

فرمایا: وہ عظیم نور (ہر ایک کی طرف)
منتقل ہوتا رہا اور اللہ کے
حضور سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں
چمکتا رہا ۔ اور ہر دور میں ان کی
پشتوں میں دورے کرتا رہا ۔ یہاں
تک کہ وہ سید المرسلین تشریف
لائے اور اس تاویل کی تائید وہ
حدیث کرتی ہے جو امام بخاری نے
اپنی صحیح میں روایت کی کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں
بنی آدم کے خیر القرون میں مبعوث ہوا
میں ہر زمانہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں
اس زمانہ میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں ۔

اور وہ حدیث جو امام مسلم نے (اپنی
صحیح میں) حضرت واثلہ بن الاسقع
سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام
کی اولاد سے اسمٰعیل علیہ السلام کو چنا،
اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی
کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا
اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم
سے مجھے چنا ۔

وروى البيهقي في
دلائل النبوة من حديث
انس قال ما افترق
الناس فرقتين الا
جعلني الله من خيرهما
فاخرجت من ابوي
ولم يصبني شيئ من
عهد الجاهلية خرجت
من نكاح لم اخرج
من سفاح من لدن
آدم حتى انتهيت
الى ابي وامي فانا خيركم
نفساً وخيركم اباً :
(تفسیر مظہری ج، ص ۸۹-۹۰)

اور وہ حدیث جو امام بیہقی نے
دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ جبھی لوگ دو گروہ
ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے
بہتر گروہ میں رکھا ۔ پس میں اپنے
والدین کے بطن سے پیدا ہوا ۔ اور
مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں
پہنچی ۔ میں نکاح سے پیدا ہوا
ہوں، زنا سے پیدا نہیں ہوا ۔
آدم علیہ السلام کے زمانہ سے
لے کر اپنے والدین حضرت عبداللہ
وسیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہما تک، پس
میں اپنی ذات اور نسب کے لحاظ سے
تم سب سے افضل ہوں ۔

ان احادیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اور حضرت حوا سے لیکر سیدہ آمنہ تک نبی کریم رؤف الرحیم کے تمام آباء و امہات مومنین تھے اور وہ دین اسلام پر تھے ان میں سے کوئی بھی فاسق وفاجر نہ تھا

ایک اور سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آیت مذکورہ سے نبی کریم رؤف الرحیم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کے مومن ہونے پر استدلال درست نہیں ۔
ایمانِ آباء پر اس آیت سے استدلال روافض نے کیا، اور یہ انہیں کا مذہب ہے ۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں اور علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

واستدل بها الرافضة على ان آباء النبى صلى الله عليه و آله وسلم كانوا مومنين ۔

یعنی اس آیت سے روافض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کے مومنین ہونے پر استدلال کیا ہے ۔

(روح البیان جلد ۶ صـ ۳۱۳، مفاتیح الغیب زیر آیت مذکورہ)

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہلسنت نے اس آیت سے ایمانِ آباء کرام پر استدلال نہیں کیا اور ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ آئمہ اہل سنت نے بلکہ اکثر اہل سنت نے اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے ۔

چنانچہ امام ابو الفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بالآية على ايمان ابويه صلى الله عليه وآله وسلم كما ذهب

یعنی اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے جیسا کہ

اليه كثير من اجلة اهل السنة: وانا اخشى الكفر على من يقول فيهما رضى الله عنهما على رغم انف على القارى واضرابه قالوا بضد ذلك

(روح المعانی ج ۱۹ صـ ۱۲۴)

اجلہ اہل سنت میں سے بہت سے آئمہ کا یہی مذہب ہے اور مجھے اس شخص کے متعلق کفر کا اندیشہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے ۔ ملا علی قاری اور اس کے ہم خیال لوگوں کا ناک خاک آلود ہو کہ وہ اس کے برعکس کہتے ہیں ۔

اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان میں لکھتے ہیں:

وحق المسلم ان يمسك لسانه عما يخل بشرف نسب نبينا عليه السلام ويصونه عما يتبادر منه النقصان خصوصا الى وهم العوام ۔

(روح البیان جلد ۶ صـ ۳۱۳)

یعنی مسلمان کا حق یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے بارے میں ایسی بات کہنے سے اپنی زبان روکے رکھے ۔ جس سے آپ کے نسب کی فضیلت میں کمی آئے ۔ اور جس سے آپ کے مقام و مرتبہ میں نقصان لازم ہو خصوصاً وہ بات جس سے عوام وہم میں مبتلا ہوں ۔

اور یہ بات ہر ذی شعور بخوبی جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے متعلق ایسی بات کرنا جس سے آپ کے نسب مبارک

کی فضیلت میں کمی آتی ہے اور اس بات سے عوام وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر مسلمان آپ کے نسب مبارک کے بارے میں ایسی بات لکھنے سے باز رہے۔

نیز علامہ اسماعیل حقی حضرت عبد المطلب کے متعلق لکھتے ہیں:۔
والاشهر انه كان على ملة ابراهيم اى لم يعبد الاصنام (ج ۶ ص ۳۱۴)

یعنی زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضرت عبد المطلب ملت ابراہیمی پر تھے۔ یعنی انھوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔

ضروری وضاحت

ملا علی قاری کے متعلق صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی کی جو تنقید گزری اس سے کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ملا علی قاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو مومن نہ سمجھتے تھے۔ اس بارے میں ہم ضروری وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ درست ہے ملا علی قاری پہلے حضور کے والدین کریمین کے متعلق یہی کہتے تھے کہ وہ مومن نہیں تھے اور انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھا۔

امام ابن حجر مکی کا خواب

ملا علی قاری نے جب وہ رسالہ لکھا تو ان کے استاذ امام ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گرے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی توہین

کرنے کی سزا ہے۔ تو واقعہ ایسا ہی ہوا کہ ملا علی قاری چھت سے گرے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ چنانچہ علامہ عبد العزیز پرہاروی شرح العقائد میں لکھتے ہیں:

وعارضه (اى السيوطى) على بن سلطان القارى برسالة فى اثبات كفرهما فرأى استاذه ابن حجر مكى فى منامه ان القارى سقط من سقف فانكسرت رجله فقيل هذا جزاء اهانة والدى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوقع كما رأى۔
(النبراس ص ۵۲۶)

اور ملا علی قاری نے بعد میں اپنے اس قول سے توبہ کر لی۔ ملا برخوردار اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: وفقلت توبة عن ذالك فى القول المستحسن (حاشیہ نبراس ص ۵۲۶)

لیکن ہو سکتا ہے علامہ آلوسی کو ملا علی قاری کی توبہ کا علم نہ ہوا ہو۔ لہذا علامہ آلوسی کے اس قول سے ملا علی قاری پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا

آیت نمبر ۲

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولعبد مؤمن خير من مشرك (البقرہ آیت ۲۲۱) البتہ مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بنی آدم کے تمام طبقات کے بہتر طبقہ میں بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔ (بخاری شریف)

اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث صحیح میں ہے

لم یزل علی وجه الدهر فی الارض سبعة مسلمین فصاعدا فلولا ذالك هلكت الارض ومن علیها (مصنف عبدالرزاق : عن معمر عن ابن جریج عن ابن المسیب عن علی رضی الله عنه)

یعنی روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے اس حدیث کو امام اجل عبد الرزاق شاگرد امام ابو حنیفہ اور استاذ امام بخاری نے حضرت معمر سے وہ ابن جریج سے وہ سعید بن المسیب سے ، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ۔

وقد اخرجه ابن المنذر فی تفسیره عن اسحاق بن ابراهیم الدبری (مسالک الحنفا ص۲۴) واخرج الامام بن حنبل فی "الزهد" والامام الخلال فی كتاب "كرامات الاولیاء" بسند صحیح علی شرط الشیخین عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة

اور امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں اسحاق بن ابراہیم سے روایت کیا اور امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "الزھد" میں اور امام خلال نے اپنی کتاب "کرامات اولیا" میں بسند صحیح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ : نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ زمین ایسی سات شخصیتوں سے خالی نہیں رہی ۔

یدفع الله تعالی بهم عن اهل الارض : و اخرج الازرقی فی "تاریخ مكة" عن زهیر بن محمد نحوه : واخرج الجندی فی "فضائل مكة" عن مجاهد : مثله (مسالک الحنفا ص۲۵،۲۴)

جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہلِ زمین سے مصائب کو دور فرماتا ہے اور اس حدیث کو امام ابو الولید محمد بن عبد الکریم الازرقی متوفی ۲۲۳ھ نے اپنی کتاب تاریخ مکہ میں حضرت زہیر بن محمد سے اسی طرح روایت کیا ۔ اور امام جندی نے اپنی کتاب فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے اسی طرح روایت کیا

جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانہ و ہر طبقہ میں کم از کم سات مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بہتر طبقہ سے تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سے یہ ثابت ہے کہ کافر اگرچہ کیسا ہی عزت و شرف والا ہو وہ کسی مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہو سکتا ۔ تو ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ امہات ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں انہیں بندگانِ خدا میں سے تھے صالح اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے تھے ۔ ورنہ معاذ اللہ بخاری شریف میں ارشاد محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، قرآن کریم میں ارشاد حق جل جلالہ کے مخالف ہوگا ۔ اور یہ ناممکن ہے ۔ یہ دلیل امام الائمہ جلال الدین سیوطی اور امام اہلِ سنت سیدی و مولائی الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے افادہ فرمائی ۔

آیت نمبر ۳ : اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : انما المشرکون نجس (التوبہ : آیت نمبر ۲۸) مشرک تو ناپاک ہی ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ حضور سید الانبیا والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الطاھرة مصطفی مھذبا لا ینشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما: اخرجہ الامام ابونعیم فی : دلائل النبوة : من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنھما

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں منتقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا مزیّن، جب دو شاخیں پیدا ہوتیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث کو امام ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں کئی سندوں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

واخرج مسلم والترمذی وصححہ عن واثلة بن الاسقع قد مرّ الحدیث بلفظ : صحیح مسلم

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت واثلہ بن اسقع صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور امام ابوقاسم نے "فضائل عباس" میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

وقد اخرجہ الحافظ ابوالقاسم حمزة بن یوسف

السہمی فی : فضائل العباس من حدیث واثلة بلفظ : ان اللہ اصطفی من ولد آدم ابراھیم واتخذہ خلیلا واصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل ثم اصطفی من ولد اسماعیل نزارا ثم اصطفی من ولد نزار مضر ثم اصطفی من مضر کنانة ثم اصطفی من کنانة قریشا ثم اصطفی من قریش بنی ھاشم ثم اصطفی من بنی ھاشم بنی عبدالمطلب ثم اصطفانی من بنی عبدالمطلب اوردہ المحب الطبری فی : (ذخائر العقبی مسالک الحنفا صہ ۲۱)

اولاد آدم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا اور انہیں اپنا خلیل بنایا اور اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پھر اولاد اسماعیل علیہ السلام سے نزار کو، پھر بنی نزار سے مضر کو
پھر بنی مضر سے کنانہ کو
پھر بنی کنانہ سے قریش کو
پھر قریش سے بنی ہاشم کو
پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو، پھر بنی عبدالمطلب سے مجھے چنا۔ اس حدیث کو امام محب الدین طبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں روایت کیا ہے۔

واخرج ابن سعد عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ

اور امام ابن سعد نے سید عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم
خیر العرب مضر وخیر
مضر بنو عبد مناف و
خیر بنی عبد مناف بنو ہاشم
وخیر بنی ہاشم بنو عبد المطلب، واللہ
ما افترق فرقتان منذ
خلق اللہ آدم الا کنت فی
خیرہما (طبقات ابن
سعد

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمام عرب میں بہتر مضر ہیں اور
تمام مضر میں بنو عبد مناف اور
بنو عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو
ہاشم کے بہتر بنو عبد المطلب ہیں۔
اور قسم بخدا جب سے اللہ تعالیٰ نے
آدم علیہ السلام کو پیدا کیا (ان کی اولاد)
دو گروہوں میں بٹی، میں ان کے
بہتر گروہ ہی میں تھا۔

واخرج الطبرانی: والبیہقی
وابو نعیم: عن ابن عمر رضی
اللہ عنہما: قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ان اللہ خلق الخلق فاختار
من الخلق بنی آدم واختار
من بنی آدم العرب واختار
من العرب مضر واختار
من مضر قریشا واختار
من قریش بنی ہاشم واختارنی
من بنی ہاشم فانا من خیار
الی خیار (مسالک الحنفا صـ۲۲)

اور امام طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم
نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما سے روایت کی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا
کیا۔ اور مخلوق سے بنی آدم کو
پسندیدہ بنایا اور بنی آدم سے
عرب کو اور عرب سے مضر کو اور
مضر سے قریش کو اور قریش
سے بنی ہاشم کو اپنا پسندیدہ کیا
اور بنی ہاشم سے مجھے مختار بنایا تو میں
بہتر نسب سے ہوں اور بہتر امت کیطرف
مبعوث ہوا ہوں۔

واخرج الترمذی وحسّنہ والبیہقی عن العباس بن عبد المطلب رضی
اللہ عنہما: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ حین
خلقنی جعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرہم
قبیلۃ وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسہم ثم حین خلق البیوت
جعلنی من خیر بیوتہم۔ فانا خیرہم بیتا وخیرہم نفسا (مسالک الحنفا صـ۲۲)

واخرج ابو علی بن شاذان
فیما اوردہ المحب الطبری
فی: ذخائر العقبی: وھو
فی مسند البزار عن
ابن عباس رضی اللہ عنہما
قال دخل ناس من قریش
علی صفیۃ بنت عبد المطلب
فجعلوا یتفاخرون و
یذکرون الجاہلیۃ:
فقالت صفیۃ: منا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقالوا تنبت النخلۃ او
الشجرۃ: فی الارض اللبأ
فذکرت ذالک صفیۃ
لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فغضب
وامر بلالا فنادی فی

اور امام ترمذی نے بسند حسن
اور امام بیہقی نے حضرت عباس بن
عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے روایت
کی، بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ نے
مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہتر مخلوق
میں کر دیا۔ پھر جب قبائل کو پیدا کیا
تو مجھے ان میں بہتر قبیلہ میں رکھا
پھر جب افراد کو پیدا کیا تو مجھے
ان کے بہتر افراد میں کر دیا۔ پھر
جب گھروں کو پیدا کیا تو مجھے ان
کے بہتر گھر میں رکھا۔ میں ان سب
سے اپنی نسب اور ذات کے لحاظ
سے بہتر ہوں۔ اور مسند بزار
میں حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے مروی ہے کہ قریش کے
کچھ لوگ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب
کے پاس آئے۔ اور اپنے نسب

الناس فقام على المنبر
فقال: ایها الناس! من انا؟
قالوا انت رسول الله: قال
انسبونی: قالوا محمد
بن عبد الله بن
عبدالمطلب: قال
فما بال اقوام
ینزلون اصلی فوالله!
انی لافضلهم
اصلاً وخیرهم موضعاً
(مسالك الحنفا ص ۲۲-۲۳)
واخرج الحاكم
عن ربیعة بن
الحارث، بلغ
النبی صلی الله
علیه وآله وسلم
ان قوماً نالوا
امته فقالوا
انما مثل محمد
كمثل نخلة تنبت
فی اللیاء: فغضب
رسول الله صلی الله

پر فخر کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کا
تذکرہ کرنے لگے۔ حضرت صفیہ نے
فرمایا ہم سے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں تو انہوں نے کہا کھجور یا
(کبا) درخت ریتلی اور سخت زمین
میں اگتا ہے (اس سے ان کا
مقصد آپ کے نسب پر طعن کرنا
تھا) یہ بات حضرت صفیہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ذکر کی تو آپ ناراض ہوئے
اور حضرت بلال کو حکم فرمایا (کہ لوگوں
میں منادی کردیں) تو انہوں نے
لوگوں میں منادی کی۔ پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف
لائے اور فرمایا اے لوگو میں کون ہوں
لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول
ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا نسب
بتاؤ۔ لوگوں نے کہا آپ محمد بن عبداللہ
بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) ہیں۔ تو آپ نے فرمایا
ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میری اصل
کو نچلے درجے کا بتاتے ہیں۔ قسم

علیه وآله وسلم
وقال: ان الله
خلق خلقه فجعلهم
فرقتین فجعلنی
فی خیر الفرقتین
ثم جعلهم بیوتا
فجعلنی فی خیرهم
بیوتاً ثم قال:
انا خیركم قبیلاً
وخیركم بیتاً
واخرج الطبرانی
فی: الاوسط:
والبیهقی فی: الدلائل:
عن عائشة رضی الله
عنها قالت رسول الله
صلی الله علیه وآله
وسلم قال: قال
لی جبریل: قلبت
الارض مشارقها و
مغاربها فلم اجد
رجلاً افضل من محمد
صلی الله علیه وآله وسلم
ولم اجد بنی اب

بخدا میں ان سب سے اپنی اصل اور
اپنے مرتبہ کے لحاظ سے افضل ترین ہوں۔
اور امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن
الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگوں نے آپ کے
نسب کے بارے میں طعنہ زنی کی
اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کی کہاوت تو اس کھجور جیسی ہے
جو ریتلی زمین میں اگتی ہے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور
فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
مخلوق کو پیدا فرمایا پھر انہیں دو
گروہ کردیا تو مجھے ان کے بہتر گروہ
میں کردیا۔ پھر ان کو کئی قبائل کر بنایا
تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں رکھا۔
پھر ان کو کئی گھروں میں تقسیم کیا۔
تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا۔
تو میں تم سب سے قبیلہ اور اپنے
گھر کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ ان
دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
نسب مبارک پر طعنہ زنی کرنا اور

افضل من بنی ھاشم اور آپ کے آباء میں سے کسی کو فاسق فاجر سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے ۔ لہٰذا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں طعن نہ کرے اور آپ کے تمام آباء و امہات کو مومن، موحد، محبوبانِ خدا مانے

مسالک الحنفا ص۲۳ دلائل النبوۃ

قال الحافظ ابن حجر فی : امالیہ : ومن المعلوم ان الخیریۃ والاصطفاء والاختیار من اللہ والافضلیۃ عندہ لا یکون مع الشرک (مسالک الحنفا ص۲۳)

امام طبرانی نے "اوسط" میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو پلٹ کر دیکھا تو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا ۔ امام بحر نے "امالی" میں فرمایا کہ مشرک اللہ کے ہاں مصطفیٰ، مختار (پسندیدہ) افضل اور بہتر ہو ہی نہیں سکتا ۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تک آپ کے تمام آباء و امہات اپنے اپنے زمانہ میں سب لوگوں میں بہتر اور افضل تھے ۔ ان کے زمانہ میں ان سے بہتر کوئی اور نہ تھا ۔ اور آپ کے تمام آباء کرام طاہرین و

امہات طاہرات ، سب اہل ایمان و اہل توحید تھے ۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامہ الوریٰ ، امام اہل سنت ، مجدد الدین والملت فی مائۃ سادسۃ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام الائمہ جلال الملۃ والدین السیوطی نے ان کی کتاب "اسرار التنزیل" سے نقل کرنے کے بعد اس کی توضیح و تائید فرمائی ۔ اور امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس دلیل کو اپنی کتاب شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ محقق سنوسی و علامہ تلسمانی شارح شفا و امام ابن حجر مکی اور علامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید و تصویب کی ۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

کان الناس امۃ واحدۃ — لوگ ایک دین پر تھے ۔
(البقرہ آیت ۲۱۸)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اپنی تفاسیر میں اور امام بزار اپنی مسند میں اور امام حاکم "مستدرک" میں بسند صحیح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

کان بین آدم و نوح عشرۃ قرون کلھم علی شریعۃ من الحق — آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس طبقے ہوئے ۔ سب اللہ کی طرف سے ایک دین پر تھے

فاختلفوا فبعث الله النبیین (مسالک الحنفاء ص۲۶ (مستدرک
جامع البیان

پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔

اور امام ابویعلی، امام طبرانی، امام ابن ابی حاتم بسند صحیح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کے تحت روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: علی الاسلام کلھم (مسند ابویعلی و مسالک الحنفاء ص۲۷) نوح علیہ السلام سے پہلے سب لوگ دین اسلام پر تھے۔

اور امام ابن سعد: طبقات: میں ایک اور سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آدم و نوح علیہ السلام کے درمیان تمام لوگ دین اسلام پر تھے۔ (طبقات ابن سعد)
اور بطریق سفیان بن سعید ثوری، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت عکرمہ سے راوی ہیں کہ آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان لوگوں کے دس طبقے تھے۔ جو سب کے سب دین اسلام پر تھے۔ (طبقات ابن سعد)

اور امام ابن ابی حاتم آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے راوی ہیں کہ آدم و نوح علیہما السلام کے مابین لوگوں کے دس طبقے تھے جو سب ہدایت اور اللہ کی طرف سے ایک شریعت پر تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔
مسالک الحنفاء ص۲۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

اب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی مکمل تفصیل پوری وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کا نسب مبارک یوں ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ۔ آپ کے والد کا اسم گرامی عبداللہ ہے اور حضرت عبداللہ مومن، موحد، صالح و متقی پرہیزگار تھے۔ آپ کا مومن و موحد اور دین ابراہیمی پر ہونا احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے واضح کر دیا ہے اور اس سے قبل ہمارے شیخ محترم اس موضوع پر ایک رسالہ "نجاۃ الوالدین" لکھ چکے ہیں اور وہ شائع بھی ہو گیا ہے۔

اب یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اہل کتاب اور کاہنوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے آپ کی نبوت کی خبر دی۔ اور یہ بات عرب میں پھیلی اور اس بات کا علم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ و سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو حضرت عبداللہ و سیدہ آمنہ نے اس کی تصدیق کی اور لوگوں کو اس کی خوش خبری سنائی۔ اور خود لوگوں کو بتایا کرتے کہ ہمارے صاحبزادے اللہ کی طرف سے رسول مبعوث ہوں گے۔ اور وہ لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دیں گے۔ اور بتوں کو توڑیں گے اور اس کی خود تصدیق بھی فرمائی۔ اور ان سے کفر و شرک کبھی نہیں ہوا، تو کیا ابھی وہ مومن اور مسلمان نہ تھے۔؟ اور ایمان و اسلام کسی اور چیز کا نام ہے؟ کذا قال الامام السیوطی فی

کتابہ (التعظیم والمنۃ ص۴۴)

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ایک ماہ مدینہ طیّبہ میں مرض کی حالت میں رہے اور ایک ماہ بعد وہاں آتے ہوئے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور ابھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت نہیں ہوئی تھی۔ (التعظیم والمنۃ ص۴۵)

حضرت عبد اللہ کے والد کا اسم گرامی بقول امام ابن قتیبہ عامر اور بقول امام ابن اسحاق شیبہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ آپ کا لقب عبد المطلب ہے۔ آپ نے ایک سو چالیس سال عمر پائی۔

(الروض الأنف ج ۱ ص۵)

حضرت عبد المطلب کی پانچ بیویاں تھیں: فاطمہ، ہالہ، نتیلہ، ممنعۃ، لبنا، آپ کی کنیت ابو الحارث ہے کیونکہ آپکے سب سے بڑے بیٹے کا نام حارث ہے۔ حضرت عبد المطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حمزہ (۴) ضرار

۵۔ ابوطالب: ان کا نام عبد مناف ہے۔

۶۔ ابولہب: اس کا نام عبد العزیٰ ہے۔

۷۔ مقوّم: ان کا نام عبد الکعبہ ہے اور بقولِ بعض مقوم اور عبد الکعبہ دو ہیں۔ یعنی مقوم کا نام عبد الکعبہ نہیں بلکہ عبد الکعبہ ان کے بھائی ہیں۔

۸۔ حجل: ان کا نام مغیرہ ہے۔

۹۔ غیداق: ان کا نام نوفل ہے۔

۱۰۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ (ابن کثیر ج ۱ ص۱۸۴)

اور آپ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں:

(۱) اروی (۲) برّۃ (۳) اُمیمہ (۴) صفیہ (۵) عاتکہ (۶) ام حکیم (بیضاء)

حضرت صفیہ، حضرت حمزہ، مقوّم، حجل کی والدہ کا نام ہالۃ بنت وھیب، یا وہب بن عبد مناف بن زہرہ ہے اور وہ (ہالۃ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہے (الاصابہ جلد ۴ ص۳۴۸) (اسد الغابہ جلد ۷ ص۱۷۲) اور عباس، ضرار کی والدہ کا نام نُتَیلہ بنت جناب یا خباب بن کلیب یا کلب (الاصابہ جلد ۲ ص۲۷۱) بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر بن ضحیان، بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نمر بن قاسط (اسد الغابۃ جلد ۳ ص۱۶۴)

تاریخ الخمیس میں ہے کہ حضرت عبد المطلب کے تیرہ ۱۳ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام قثم ہے ان میں حضرت عبد اللہ اپنے سگے بھائی وبہنوں میں سب سے چھوٹے ہیں اور حضرت عباس وحضرت حمزہ حضرت عبد اللہ سے چھوٹے ہیں۔ اور نوفل (غیداق) کی والدہ کا نام ممنعۃ بنت عمرو بن مالک الخزاعیہ ہے۔ اور ابولہب کی والدہ کا نام لبنا بنت ہاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب الخزاعی۔ اور حضرت عبد اللہ، ابوطالب، زبیر، عبد الکعبہ، بیضاء (ام حکیم)، اُمیمہ، برّہ، عاتکہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن مخزوم اور فاطمہ کی والدہ کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب، صخرہ کی والدہ کا نام تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب۔ عبد الکعبہ، ضرار، قثم بچپن

میں فوت ہو گئے تھے اور باقی سب بعثت نبوی سے قبل فوت ہو گئے لیکن ابوطالب، ابولہب اور حضرت عباس و حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و حضرت صفیہ و اروی و عاتکہ نے زمانہ اسلام پایا۔ ان میں باجماع علماء حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ عنہما و حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئے اور اروی و عاتکہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام محمد بن سعد اور امام ابوجعفر عقیلی کے بقول وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ اور بقول محمد بن سعد ان دونوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور امام ابوجعفر عقیلی نے ان دونوں کو صحابیات میں شمار کیا۔ اور محمد بن سعد اور ابوجعفر عقیلی کے علاوہ دیگر آئمہ کے نزدیک اروی اور عاتکہ مسلمان نہ ہوئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی پچیس ہوئے، ان میں سے طالب بن ابی طالب اور عتیبہ بن ابی لہب اسلام نہ لائے اور باقی سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

- ابوطالب کے چار بیٹے تھے: طالب، عقیلؓ، جعفرؓ، حضرت علیؓ۔
- حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس بیٹے ہوئے: الفضل، عبداللہ، عبیداللہ قثم، عبدالرحمٰن، معبد، کثیر، حارث، عون، تمام۔
- حارث کے پانچ بیٹے تھے: ابوسفیان، نوفل، ربیعہ، مغیرۃ، عبد شمس
- زبیر کا ایک بیٹا ہوا: عبداللہ۔
- ابولہب کے تین بیٹے ہوئے: عتبہ، عتیبہ، معتب۔
- حضرت حمزہؓ کے دو بیٹے ہوئے: عمارہ، یعلی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد بہنیں دس تھیں: ابوطالب کی دو بیٹیاں، ام ہانی، جمانہ۔ حضرت عباس کی تین ام حبیب، صفیہ، امیمہ

حارث کی ایک، اروی۔ زبیر کی دو، ضباعۃ، ام حکیم۔ ابولہب کی ایک، درّہ حضرت حمزہؓ کی ایک بیٹی امامۃ تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیوں کی تمام اولاد گیارہ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ عامر بن بیضا، یہ کریز بن ربیعہ سے تھے۔ عبداللہ و زہیر ابنا عاتکہ یہ ابوامیہ مخزومی سے ہوئے اور ابوسلمہ بن برۃ، عبدالاسد مخزومی سے اور عبداللہ، عبیداللہ، ابواحمد، بنو اُمیمہ، جحش سے ہوئے۔ طلیب بن اروی عمیر بن وہب سے ہوئے اور زبیر، سائب، عبداللہ بنو صفیہ، عوام سے ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ بن جحش کے سوا سب نے اسلام قبول کیا۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور لڑکیاں زینب، ام حبیبہ، حمنتہ۔

(تاریخ الخمیس ص۱۵۹ و ص۱۶۰)

انسان العیون میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب نہایت حلیم الطبع، بڑے دانا اور قریش کے ملجا و ماویٰ تھے۔ اور بہت سخی تھے۔ زیادہ سخاوت کی بناپر آپ کو فیاض کہا جاتا تھا۔ مستجاب الدعوات تھے اور اپنی اولاد کو گناہوں سے روکتے اور مکارم اخلاق (نیکیوں) کا حکم دیتے۔ اور ظلم و بغاوت سے منع کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ظالم اپنے ظلم کی سزا لیئے بغیر دنیا سے ہرگز نہیں جائے گا۔ تو ایک بار آپ سے کہا گیا کہ شام کا رہنے والا ایک شخص بڑا ظالم تھا مگر اس کو دنیا میں اس کے ظلم کی سزا نہیں ملی۔ تو کچھ دیر آپ نے سوچا اور اس کے بعد فرمایا! قسم بخدا اس جہان کے بعد ایک اور جہان ہے۔ اس میں نیکوں کو ثواب اور بدوں کو سزا دی جائے گی۔ وہ مؤحد تھے اور آپ شراب، زنا، محرمہ عورتوں سے نکاح کرنا حرام سمجھتے تھے اور چور کا ہاتھ کاٹتے تھے۔ ایفائے عہد (نذر، منت پوری کرتے) کو واجب جانتے

تھے اور بغیر کپڑوں کے طواف کعبہ سے منع کرتے اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتے تھے ۔ اور اسلام نے بھی ان باتوں کو برقرار رکھا ۔ چنانچہ امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں :

كان مجاب الدعوات ويقال له الفياض لجوده (الى ان قال) وكان من حلماء قريش وحكمائها (و) ملجاءهم في الامور وكان شريف قريش وسيدها كمالا و فعالا من غير مدافع) (الى ان قال) يأمر اولاده بترك الظلم والبغي ويحثهم على مكارم الاخلاق وينهاهم عن دنيئات الامور وكان يقول لن يخرج من الدنيا ظلوم حتى ينتقم منه وتصيبه عقوبة (الى ان هلك رجل ظلوم من اهل الشام لم تصبه عقوبة : فقيل لعبد المطلب في ذلك ففكر وقال والله إن وراء هذه الدار دار يجزى فيها المحسن باحسانه ويعاقب المسئ باساءة اى فالظلوم شأنه في الدنيا ذلك حتى إذ خرج من الدنيا ولم تصبه العقوبة فهى معدّة فى الاخرة (الى ان قال) ووحّد الله سبحانه وتعالى وتوثرعته سنن جاء القرآن باكثرها و جاءت السنة بها منها الوفاء بالنذر والمنع من نكاح المحارم و قطع يد السارق والنهى عن قتل الموؤدة وتحريم الخمر

والزنا وان لا يطوف بالبيت عريان -

(انسان العیون ج ۱ ص ۴)

حضرت عبد المطلب رض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ہی محبت فرماتے تھے حتیٰ کہ حضور کے بغیر کھانا بھی نہ کھاتے تھے ۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا اس امت کا نبی ہے ۔ اسی لئے حضرت عبد المطلب نے اپنی وفات سے قبل ابوطالب کو وصیّت فرمائی کہ میرے اس بیٹے کی حفاظت کرنا ۔ جب حضرت عبد المطلب کی وفات ہوئی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس تھی ۔ حضرت عبد المطلب کے بعد ابوطالب نے آپ کی کفالت کی ۔

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۰ و ص ۲۴۱)

امام جلال الملّت والدین السیوطی رح ، امام المتکلمین قامع البدعت ناصر الدین ، امام اہل سنت فخر الدین رازی سے ناقل ہیں کہ حضرت عبد المطلب رض ملت ابراہیمی پر تھے اور خود امام سیوطی نے اس قول کی تائید و تصویب فرمائی ۔ (مسالک الحنفا ص ۳۹)

پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام مسعودی کی کتب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

مات مسلماً لما رأى من الدلائل على نبوة محمد صلى الله عليه و آله وسلم إنه لا يبعث الا بالتوحيد (مسالك الحنفا ص ۴۰)

یعنی حضرت عبد المطلب کی وفات بحالت اسلام ہوئی کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپ کے داعیِ توحید ہونے کے دلائل دیکھ چکے تھے ۔

امام ابن سعد اپنی کتاب "الطبقات" میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ زمانہ جاہلیت میں مرد کی دیت دس اونٹ تھی تو حضرت عبدالمطلب نے سب سے پہلے مرد کی دیت سو اونٹ مقرر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کو برقرار رکھا۔ (طبقات ابن سعد)

امام المحدثین ابوداؤد اور امام نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پرنور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالمطلب رض کی اولاد میں سے ایک پاک خاتون (فاطمہ) رضی اللہ عنہا کو آتے دیکھا۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو فرمایا: اپنے گھر سے باہر آپ کہاں گئی تھیں؟ اس خاتون نے عرض کی، یہ جو ایک موت ہوگئی تھی، میں ان کے یہاں تعزیت و دعائے رحمت کرنے گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی۔ عرض کی، اللہ کی پناہ کہ میں وہاں تک جاتی۔ حالانکہ حضور سے اس بارے میں جو ارشاد ہوا وہ سن چکی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لو بلغتها ما رأيت الجنة حتى يراها جد ابيك (سنن ابی داؤد، سنن نسائی) اگر تو وہاں تک ان کے ساتھ جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک تیرے باپ کے دادا عبدالمطلب نہ دیکھیں۔

امام اہل سنت سیدی و آقائی و مولائی الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب: شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام: میں لکھتے ہیں، یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اوّلین کے ساتھ جنت میں تجھے جانا نہ ملتا۔

بلکہ اس وقت جاتیں جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے (ص۱)

حضرت عبدالمطلب کے مؤمن ہونے کی ایک اور دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون (المنافقون آیت ۸)

عزت تو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ لیکن منافق اسے نہیں جانتے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر (الحجرات)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مذکر و مونث سے پیدا کیا۔ اور تمہیں کئی قومیں اور قبائل بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

ان آیاتِ کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے عزت و بزرگی اور شرف و فضیلت کو مسلمانوں کے ساتھ خاص کر دیا اور کافر کتنا ہی شریف القوم ہو اس کو لئیم و ذلیل اور رسوا ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزت و شرف والے کے لئے لائق تعریف نہیں۔ لہٰذا کافر باپ دادوں کی طرف انتساب میں فخر کرنا حرام ہوا۔ امام بیہقی

"شعب الایمان" میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے راوی کہ دو شخصوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنا نسب شمار کیا۔ ان میں ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخص اپنا نسب شمار کرنے لگے۔ ایک نے کہا، میں فلاں بن فلاں ہوں، نو پشتوں تک شمار کیا اور سب کفار تھے، اور دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور دو پشتوں تک شمار کیا۔ اور وہ سب مسلمان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ جس نے اپنی نو پشتوں تک نسب شمار کیا، اس کے وہ آباء دوزخی ہیں اور ان کا دسواں یہ شخص دوزخی ہے۔ اور جس نے اپنا نسب دو پشتوں تک شمار کیا، اس کے وہ آباء جنتی ہیں اور یہ ان کا تیسرا جنت میں ہوگا۔ (شعب الایمان)

اور امام بیہقی و امام احمد بن حنبل بسند صحیح حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من انتسب الی تسعة آباء كفار يريد بهم عزا و شرفا فهو عاشرهم فی النار

جو شخص عزت و شرف چاہنے کے لئے اپنی نو پشت کافروں کا ذکر کرے کہ میں فلاں بن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہوگا۔

(مسند احمد۔ والبیہقی فی شعب الایمان، واللفظ لہ)

اور احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنے فضائل کریمہ بیان کرتے ہوئے اور مقام مدح میں کئی بار اپنے آباء و امہات کرام کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ امام احمد، امام بخاری، امام مسلم امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن ارادۃ الٰہیہ کے مطابق کچھ دیر کے لئے مسلمانوں پر کفار غالب ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شان جلال طاری ہوئی۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب، میں اللہ کا نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا۔ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ و امام ابو نعیم رضی اللہ عنہما حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ارادہ فرما رہے تھے کہ اکیلے ان ہزاروں کافروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس اور ابو سفیان رضی اللہ عنہما سواری مبارک کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائے۔ اور حضور فرما رہے تھے۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ میں سچا نبی ہوں۔ اللہ کا پیارا ہوں، عبد المطلب کی آنکھ کا تارا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل النبوۃ)

امام ابن عساکر مصعب بن شیبہ سے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر سواری مبارک کی لگام روکے ہوئے تھے اور حضرت عباس دمچی تھامے اور حضور فرما رہے تھے انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب اسے بڑھنے دو۔ میں ہوں نبی واضح حق پر، میں ہوں عبد المطلب کا پسر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (الجوالہ شمول الاسلام)

نیز امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی

ہیں کہ جب کفار بہت قریب آگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سواری مبارک سے نیچے تشریف لائے اس وقت بھی یہی فرما رہے تھے انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب اللھم انزل نصرک، میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا۔ الٰہی اپنی مدد نازل فرما۔

پھر اپنے ہاتھ مبارک میں خاک کی ایک مٹھی لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا شاھت الوجوہ (بگڑ گئے چہرے) وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ان کفار میں سے بعد میں جو مشرف بہ اسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں، ہمیں اس وقت یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی ایک دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے تو ہمارے لئے سوائے بھاگنے کے اور کوئی راہ نہ تھی وصلی اللہ تعالیٰ علی الحق المبین سید المنصورین وآلہ وبارک وسلّم

تو بحکم احادیث مذکورہ وآیات قرآنیہ سے ضرورۃً وبداھۃً یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء وامہات مسلمین ومسلمات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں معظم ومکرم اور اس کے محبوب بندے تھے۔ والحمد للہ: یہ دلیل امام اہلسنت فاضل بریلوی نے افادہ فرمائی: فجزاہ اللہ عنی خیرا۔

حضرت عبدالمطلب کے والد کا نام عمرو اور لقب ہاشم ہے۔ اور آپ کو ابو البطحا وسید البطحا کہا جاتا تھا۔ قریش کے سردار تھے اور

نہایت ہی سخی تھے۔ جب ماہِ ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تو آپ قریش کو یہ خطاب فرماتے تھے۔

اے معشر قریش تم عرب کے سردار ہو اور تم نہایت ہی دانا و اہل عقل ہو اور تم اپنے نسب کے لحاظ سے سب سے فضیلت و شرف رکھتے ہو اور تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اپنے گھر کے متولّی ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اور بنی اسماعیل میں سے کسی اور کو یہ شرف عطا نہیں فرمایا۔ تمہارے پاس اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کو لوگ آتے ہیں۔ وہ اللہ کے مہمان ہیں، تم ان کی تعظیم کیا کرو اور اپنے پاک، طیّب و حلال مال سے ان کی مدد کیا کرو۔ قسم بخدا۔ اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا کہ میں اکیلا ان سب سے تعاون کرسکوں تو میں اکیلا ان سب کی مدد کرتا۔ تو قریش اپنے حلال مال سے آپ کے پاس دارالندوہ میں حسبِ توفیق جمع کراتے اور آپ حجاج کرام کی مدد کیا کرتے تھے۔ (انسان العیون ج ۱ ص ۶)

امام شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار البکری متوفی ۹۶۶ھ "المنتقی" سے نقل کرتے ہیں کہ:

وکان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجھہ یتوقد شعاعہ ویتلألأ ضیاءہ ولا یراہ احد من الاحبار الاقبل یدیہ

حضور اکرم صلیّ اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نور مبارک ان کے چہرے مبارک میں چمکتا تھا اور اس کی روشنی آپ کے چہرے میں دمکتی تھی، اور علماء میں سے جب کوئی انہیں دیکھتا تو ان کے ہاتھ

ولا یمر بشیئ الا سجد
الیه تفد الیه قبائل
العرب ووفود الاحبار
یحملون بناتهم الاحبار
یعرضون علیه لیتزوج
بهن حتی بعث الیه
هرقل ملك الروم
وقال ان لی ابنة لم
تلد النساء اجمل منها
ولا ابهی وجها فاقدم
الی حتی ازوجکها
فقد بلغنی جودك وکرمك
وانما اراد بذلك نور رسول
الله صلی الله علیه واله وسلم
الموصوف عندهم فی
الانجیل وکان هاشم یأبی
وکان ینطلق الی جبل
ثبیر لیسأل اله السماء
(الی ان قال) فلم یزل
هاشم کذلك حتی اری
فی منامه ان تزوج سلمی

چومتا اور جب آپ کسی شیئ کے
قریب سے گذرتے تو وہ آپ کو
سجدہ کرتی اور قبائل عرب آپ کی
طرف ہدایا بھیجتے۔ اور علما کے وفود
اپنی لڑکیاں آپ کی خدمت میں
پیش کرتے کہ آپ ان سے نکاح
کریں۔ حتی کہ شاہ روم ہرقل نے
آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میری لڑکی
نہایت ہی خوبصورت ہے تو آپ
میرے ہاں تشریف لائیے کہ میں
آپ کا اس لڑکی سے نکاح کردوں
مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ
نہایت ہی سخی و معزز و مکرم ہیں اور
اس سے شاہ روم کا مقصد یہی تھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا نور مبارک اس کی لڑکی کی طرف
منتقل ہو۔ جس کی صفت ان کے
یہاں انجیل میں موجود تھی۔ اور حضرت
ہاشم انکار کرتے رہے اور جبل ثبیر
کی طرف جاکر اللہ تعالی سے سوال
کرتے (الی ان قال) تو آپ ہمیشہ

بنت عمرو بن زید بن
لبید بن خداش بن
عامر بن غنم بن عدی
بن النجار فهی نجاریة و
ثانیة الجدات الابویات
النبویة وکانت قبل
هاشم تحت احیحة
بن الجلاح فولدت له
عمرو بن احیحة وهو
اخو عبد المطلب اسمه
شیبة لامه وکانت فی
زمانها کخدیجة فی زمانها
بها عقل وحلم فولدت
له عبد المطلب اسمه
شیبة الحمد وقیل عامر و
فیه نور رسول الله صلی
الله علیه واله وسلم
(تاریخ الخمیس فی احوال
انفس نفیس جلد ۱
ص ۱۵۷ و ص ۱۵۸)

ایسا ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ
انہیں خواب میں بتایا گیا کہ حضرت
سلمی بنت عمرو سے نکاح کریں یہ
بنی نجار کی خاتون تھیں اور حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری
دادی ہیں اور وہ حضرت ہاشم سے
پہلے احیحہ بن جلاح کے نکاح میں
تھیں۔ اور ان کے یہاں ان سے
عمرو بن احیحہ پیدا ہوا تو وہ حضرت
عبد المطلب کا ماں کی طرف سے
بھائی ہے۔ اور حضرت سلمی اپنے
زمانہ میں عقل و حلم کے اعتبار سے
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح
تھیں۔ پھر حضرت ہاشم کے یہاں
ان سے حضرت عبد المطلب پیدا
ہوتے ان کا نام شیبۃ الحمد اور
بقول بعض عامر ہے اور ان میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا نور مبارک منتقل ہوا۔

حضرت ہاشم رض کی پانچ بیویاں تھیں۔ چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں

حضرت ہاشم کی ازواج کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) سلمیٰ بنت عمرو تجاریہ اور تجار کا نام تیم بن ثعلبۃ بن عمرو بن الخزرج ہے ۔ حضرت سلمیٰ کی والدہ کا نام عمیرہ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبۃ بن مازن بن النجار، عمیرہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عبد الاشہل النجاریہ ہے ۔ سلمیٰ بنت عمرو حضرت عبد المطلب اور رقیہ کی والدہ ہیں ۔

(۲) قیلۃ بنت عامر بن مالک الخزاعی ۔

(۳) ہند بنت عمرو بن ثعلبۃ الخزرجیہ ۔

(۴) قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک خاتون تھیں ، اس کا نام مذکور نہیں ۔

(۵) واقدہ بنت ابی عدی المازنیۃ

حضرت ہاشم کی اولاد کے نام یہ ہیں :

(۱) عبد المطلب (۲) اسد ، اور وہ فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے والد ہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں (۳) ابو صیفی ، اس کا نام عمرو ہے ۔ (۴) نضلۃ ۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں : (۱) شفاء (۲) خالدہ (۳) صفیہ (۴) رقیہ (۵) حمنۃ اور ... بقول ابن کثیر حیۃ (السیرۃ النبویۃ ج ۱ ص ۱۰۲) اسد کی والدہ قیلہ ہے ۔ اور ابو صیفی اور حمنۃ کی والدہ ہند، اور نضلہ، و شفا کی والدہ بنی قضاعہ سے تھیں ۔ خالدہ و صفیہ کی والدہ واقدہ ہے ۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۸) آپ کی وفات شام کی طرف سفر کرتے ہوئے مقام غزہ پر ہوئی ۔ اس وقت آپ کی عمر بیس یا چوبیس یا پچیس سال تھی ۔ (السان العیون ج ۱ ص ۶)

حضرت ہاشم کے والد عبد مناف ہیں ۔ عبد مناف کا نام مغیرۃ ہے ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے جد (دادا) اور حضرت عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ کے چوتھے جد اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نانویں جد ہیں ۔ (السان العیون ج ۱ ص ۷)

آپ کی کنیت ابو عبد شمس ہے ۔ نہایت ہی حسین و جمیل تھے ۔ اسی وجہ سے انہیں قمر (چاند) کہا جاتا تھا ۔ قریش کے سردار تھے ۔ حضرت زبیر موسیٰ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ عبد مناف کی وفات کے بعد بیت اللہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے ایک مکتوب پایا گیا جس میں یہ لکھا تھا ۔ انا المغیرۃ بن قصی امر بتقوی اللہ وصلۃ الرحم یعنی میں مغیرہ بن قصی حکم دیتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا ۔

امام واقدی سے منقول ہے کان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عبد مناف وکان فی یدہ لواء نزار وقوس اسماعیل ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک عبد مناف میں تھا اور ہاتھ میں حضرت نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کمان تھی ۔

اور عبد مناف کے پانچ بیٹے اور چھ لڑکیاں تھیں ۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے : (۱) عمرو (۲) ہاشم (۳) عبد شمس (۴) مطلب (۵) نوفل اور بقولِ بعض حضرت عمرو اور ہاشم ایک ہے ۔ تو ان کے نزدیک عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے ۔ اور عبد مناف کی بیٹیاں یہ تھیں : ۔ (۱) حنرر (۲) قلابہ (۳) حیببہ (۴) رلبطہ (۵) ام الاخثم (۶) ام سفیان اور بعض نے ابنائے عبد مناف میں ابو عمرو کو بھی شمار کیا ہے ۔

عبد مناف کی تین بیویاں تھیں ، ایک عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال بن فالج بن ذکوان سلمیۃ ۔ اس سے نوفل اور ریطہ اور بقولِ بعض ابو عمرو کے علاوہ

باقی تمام بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور نوفل، واقدہ بنت عمرو المازنیۃ سے اور ابوعمرو و ریطۃ قبیلہ بنی ثقیف کی ایک عورت سے پیدا ہوئے۔ (تاریخ الخمیس ج ا صـ۱۵۶) اور حضرت عبدمناف کے والد قصی ہیں اور ان کا نام زید ہے۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قصی کا نام یزید ہے۔ اور انہیں مجمّع قریش کہا جاتا تھا۔ قصی بر وزن فعیل بعید کے معنی میں ہے۔ کیونکہ حضرت قصی کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہوگیا تھا تو ان کی والدہ نے ربیعہ بن حزام اور بقول بعض خرام بن ربیعہ العذری سے نکاح کیا۔ اور ان کے ہمراہ شام کی جانب حضرت قصی کو ساتھ لے کر چلی گئیں تو قصی اس طرح اپنی قوم سے دور ہوگئے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو ان کا اپنے سوتیلے بھائیوں سے تنازعہ ہوگیا اور انہوں نے ان سے کہا تو اپنی قوم اپنے وطن چلا جا تو ہماری قوم سے نہیں ہے، تو حضرت قصی نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا وطن کونسا ہے اور میں کس قوم سے ہوں۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ تیرا وطن ان کے وطن سے اور تیری قوم ان کی قوم سے بہتر ہے اور تیرا باپ ان کے باپ سے زیادہ عزت والا ہے۔ تو کلاب بن مرہ کا بیٹا ہے۔ تیری قوم بیت اللہ کے قریب مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہے۔ بچپن میں تجھے ایک کاہنہ نے دیکھ کر مجھے کہا تھا کہ تیرا یہ بیٹا اپنی قوم کا سردار ہوگا۔ جب حج کا مہینہ آئے تو بنی قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں چلے جانا۔ جب ایام حج آئے تو حضرت قصی حجاج بنی قضاعہ کے ساتھ مکہ شریف چلے آئے۔ بنی قضاعہ نے آپ کی بہت قدر کی۔ اور آپ کو اپنا سردار بنایا۔ (انسان العیون ج ا صـ۷)

حضرت عبدمناف کی والدہ قبیلہ بنی سلیم اور بقول بعض بنی خزاعہ سے

تھیں۔ حضرت قصی کے چار بیٹے اور دو لڑکیاں تھیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے (۱) عبدمناف (ان کا نام مغیرہ) (۲) عبدالدار (۳) عبدالعزی (۴) عبد اور بیٹیوں کے نام (۱) تخمر (۲) برّہ، حضرت عبدمناف ان میں سب سے بڑے تھے۔

(تاریخ الخمیس ج ا صـ۱۵۵)

حضرت قصی قریش کے سردار تھے۔ قریش اپنے تمام امور ان کے مشورہ سے ہی انجام دیتے تھے۔ اور انہوں نے قبیلہ بنی خزاعہ سے جنگ کی اور قریش کے تمام قبائل کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا قریش اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنایا۔ لہٰذا بیت اللہ کے متولی ہونے کے حقدار قریش ہیں۔ قریش نے ان سے اتفاق کیا اور بنی خزاعہ سے جنگ کرکے انہیں شکست دی اور حضرت قصی بیت اللہ کے متولی مقرر ہوئے۔ (تاریخ الخمیس ج ا صـ۱۵۵)

اور قصی نے قریش کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کردیا۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے لئیم کی عزت کی تو وہ لئیم ہونے میں اس کا شریک ہے۔ اور جس شخص نے بری شے کو اچھا سمجھا وہ خود اس کا مرتکب ہوگا اور جس شخص کی اصلاح عزت و کرامت نہ کرے یعنی جو عزت و کرامت کی وجہ سے اپنی اصلاح نہ کرے تو ذلت اس کی اصلاح کردے گی۔ اور جو شخص اپنی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ سے زیادہ طلب کرے تو وہ محروم ہوجائے گا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ حسد انسان کا پوشیدہ دشمن ہے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ شراب سے پرہیز و اجتناب کرنا کہ شراب مقوی بدن ہے لیکن یہ عقل کو زائل کردیتی ہے۔

(انسان العیون جلد ا صـ۱۳)

امام ابن کثیر اپنی کتاب "السیرۃ النبویہ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت قصی حج کعبہ کے بعد قریش کو جمع کر کے وعظ فرماتے اور انہیں الشہر حُرُم یعنی ماہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں جنگ وجدال سے منع فرماتے تھے (ج ۱ صفحہ ۹۶)

ایک شبہ کا ازالہ

: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قریش کو جمع کرنے والے حضرت قصی ہیں لہٰذا قریشی وہی ہوں گے جو حضرت قصی کے زمانہ میں تھے اور ان کی اولاد ہی قریشی ہوگی۔ اور جو ان کے اوپر (کلاب مرّہ وغیرہ) کی اولاد سے ہو وہ قریشی نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے بلکہ یہ قول بعض رافضیوں کی طرف منسوب ہے کیونکہ اگر اس قول کو درست تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ سیدنا ابوبکر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش میں سے نہیں، اس لئے سیدنا ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو امامتِ عظمیٰ اور خلیفۃ المسلمین ہونے کا کوئی حق نہیں تھا۔ کیونکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی شان ہے، الائمۃ من قریش کہ آئمہ اور خلفآء المسلمین قریش سے ہوں گے کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت قصی کے بعد حضرت مرہ میں جمع ہوتے ہیں اور تیم بن مرہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان پانچ آباء کا واسطہ ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت کعب میں جمع ہوتے ہیں اور حضرت کعب

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان سات آباء کا واسطہ ہے۔

امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ وھو قول باطل؛ لانہ توصل بہ إلی ان لایکون سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما من قریش فلا حق لهما فی الامامۃ العظمی التی هی الخلافۃ لقولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الائمۃ من قریش

(انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۵)

حضرت قصی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن عذرہ ہے۔ یہ خاتون پہلے حضرت حکیم کے نکاح میں تھیں۔ ان کے یہاں اس سے دو بیٹے ہوئے، ایک زہرہ اور دوسرے قصی۔ جب حضرت حکیم کا انتقال ہوا تو اس وقت زہرہ نوجوان تھے اور قصی فطیم (دودھ پیتے بچے) تھے۔ حکیم کے انتقال کے بعد بنی قضاعہ کے کچھ لوگ حج کرنے کی نیّت سے مکہ معظمہ میں چلے آئے۔ اس قافلہ میں ربیعہ بن خرام بن ضبہ بن عبد کبیر بن عذرہ بھی تھے تو وہاں (مکہ) ربیعہ بن خرام نے فاطمہ بنت سعد سے نکاح کر لیا اور حج کے بعد فاطمہ بنت سعد کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے گئے۔ زہرہ مکہ شریف میں ہی رہے اور قصی چونکہ بچے تھے اس لئے فاطمہ بنت سعد انہیں ساتھ لے گئیں۔ ربیعہ بن خرام کے یہاں اس سے رزاح پیدا ہوئے اور ربیعہ کے کسی اور بیوی سے تین بیٹے تھے۔ ان کے نام حسن، محمود، جلہمۃ ہیں۔ حضرت قصی قریش میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اور حق پر قائم رہتے تھے، نہایت ہی خوبصورت تھے۔ امام حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری متوفی ۹۶۶ھ ارشاد فرماتے ہیں

"فخرج قصی شابا جلیلا (الی ان قال) وعالم قریش و اقومها بالحق"

بنی خزیمہ کے بعد قریش میں سب سے پہلے بیت اللہ کے متولی ہوئے،

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

اور سعد بن سیل حضرت قصی کے نانا وہ شخص ہیں جس نے تلوار کو سونے اور چاندی سے مزین کیا اور اس نے کلاب بن مرہ کو دو تلواریں ہدیہ میں دیں جو انہوں نے کعبہ معظمہ میں رکھ دیں، اور وہ قبیلہ بنی ازد سے تعلق رکھتے تھے اور یمنی تھے ان کے والد کا نام خیر عرف سیل ہے چونکہ وہ دراز قد تھے اس لئے انہیں سیل کہا جاتا ہے. ان کا نسب یہ ہے:

خیر بن حمالہ بن عوف بن غنم بن عامر الجادر بن عمرو بن خثعمہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن دھمان بن نصر بن الازد)

عامر کو جادر اسلئے کہا جاتا تھا کہ جب بنی جرہم بیت اللہ کے متولی تھے تو اس دور میں یہ عامر کعبہ معظمہ کی دیواروں کی اصلاح کیا کرتے تھے اور ان کی دیکھ بھال رکھتے تھے۔"

حضرت قصی کی والدہ حضرت فاطمہ ازدیہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادیوں میں پانچویں نمبر پر ہیں، جب ان سے حضرت قصی پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان میں منتقل ہوا جیسا کہ تاریخ خمیس میں ہے:

"وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت قصی کے والد کا نام حکیم اور بقول بعض عروۃ اور لقب کلاب ہے کیونکہ وہ اکثر کتوں کے ساتھ شکار کیا کرتے تھے، اور وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے جد ثالث (تیسرے دادا) ہیں، حضور اکرم نور مجسم فخر دو عالم سید الانبیاء والمرسلین علیہ وآلہ التحیۃ والتسلیم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب حضرت حکیم کلاب میں مل جاتا ہے، ان سے آگے والدین کریمین کا سلسلہ نسب ایک ہے۔

(انسان العیون ج ۱ ص ۱۵)

حضرت حکیم کی والدہ کا نام نعم اور بقول امام ابن اسحٰق ھند بنت سریر بن ثعلبہ بن

الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے تو وہ کنانیہ تھیں اور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدہ سادسہ (یعنی چھٹی دادی) ہیں، حضرت حکیم کے دو بھائی تھے۔

(۱) تیم (۲) یقظہ. یقظہ کی والدہ بارق الاسدیہ کے قبیلہ سے تھیں اور تیم کی والدہ ھند بنت سریر بن کلاب تھیں۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۳)

ایک سؤال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مومنین صالحین اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے بلکہ جن کے ایمان کی صراحت احادیث میں وارد ہوتی وہی مومن تھے اور جن کے ایمان کی صراحت احادیث و آثار صحابہ میں وارد نہیں ہوئی وہ مومن نہ تھے اور حضرت عبد المطلب و حضرت مرہ کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار آباء ہیں جن کے مومن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور وہ، کلاب، قصی، عبد مناف، (مغیرہ) اور ہاشم ہیں، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وبقی بینہ وبین عبد المطلب اربعۃ آباء وھم: کلاب وقصی وعبد مناف وھشام (ھاشم) ولم اظفر فیھم لا بنقل ولا بنفی"

(مسالک الحنفاء ص ۳۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ایمان کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مومن نہ سمجھا جائیگا تو ان کے کفر و شرک کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو کافر و مشرک بھی نہ سمجھا جائیگا اور ان چار حضرات سے کفر و شرک کے صدور کی کوئی صراحت نہیں صرف اس لئے کہ امام سیوطی کو ان کے مومن ہونے کی صراحت نہیں ملی یا ان کے مومن ہونے کی صراحت نہیں ہے" کافر و مشرک کہہ دینا، قطعاً غلط اور حقیقت کے برعکس ہے۔

میں نے امام اہل سنت غزالی زماں، رازی دوراں سیدی و سندی السید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، آپ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

والدین کریمین مومن تھے یا نہیں؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ کے والدین کریمین مومن، صالح، تھے ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے کیونکہ کافر وہ ہوتا ہے جس سے کفر سرزد ہوا اور مشرک وہ ہوتا ہے جس سے شرک صادر ہو لہٰذا جبتک کسی سے کفر وشرک کے صادر ہونے کی دلیل نہ پائی جائے تو قطعاً اسے کافر ومشرک کہنا درست نہیں، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سے کفر سرزد ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی لہٰذا یقیناً وہ مومن صالح ہی تھے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی انصاف کی نگاہ سے دیکھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے کی اس سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی؛ امام اہل سُنت کی بیان کردہ اس دلیل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یقین سے ثابت ہوگا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ چار آباء بھی مومنین صالحین ہی تھے۔ کیوں کہ ان سے بھی کفر وشرک کے صادر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و امہات کے ایمان میں وارد نصوص کے عموم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ چار حضرات بھی مومن ہی تھے، نیز یہ کہ یہ سب اہل بیت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ کہ اللہ تعالےٰ اہل بیت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے رجس کو دور کرنے اور انہیں پاک کرنے کا ارادہ ہی رکھتا ہے؛ کو تلاوت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: فانا واھل بیتی مطھرون من الذنوب۔

(سیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۳)

"کہ میں اور میرے اہل بیت سب گناہوں سے پاک ہیں، اور حضرت مغیرہ (عبدمناف) کے متعلق مروی ہے کہ ان کی وفات کے بعد کعبۂ معظمہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے سے ایک مکتوب نکلا جسمیں یہ لکھا ہوا تھا۔

"انا المغیرۃ بن قصی آمر بتقوی اللہ وصلۃ الرحم — کہ میں مغیرہ بن قصی اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا حکم کرتا ہوں۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۶)

اور سب اہل دانش جانتے ہیں کہ تقویٰ شرک کے منافی ہے بلکہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہی یہ ہے کہ کفر وشرک نہ کیا جائے، لہٰذا یہ واضح ہوگیا کہ حضرت مغیرہ (عبدمناف) مومن، صالح اور اللہ کے محبوب بندے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو

تقویٰ وپرہیزگاری کا حکم فرماتے تھے لہٰذا ان کے بیٹے حضرت ہاشم بھی مومن ہوں گے، اور حضرت مغیرہ کے متقی وپرہیز ہونے سے یہ واضح ہے کہ ان کے والد حضرت قصی بھی متقی تھے کیونکہ عادۃً یہ ناممکن ہے کہ والدین کافر ومشرک ہوں اور اولاد کسی ہادی وراہنما کی ہدایت وراہنمائی کے بغیر متقی وپرہیزگار ہو اور ظاہر ہے کہ وہ زمانۂ فترۃ تھا۔ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی ہادی مبعوث نہ ہوتے تھے اور حضرت حکیم (کلاب) بھی متقی پرہیزگار تھے کیونکہ ان کے والد حضرت مرّہ مومن صالح اور پرہیزگار تھے اور اپنی اولاد کو تقویٰ وپرہیزگاری کا سبق دیتے تھے۔

حضرت حکیم کے والد کا نام مرّہ ہے اور وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جد سادس ہے۔ اور امام مالک امام دار الہجرۃ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب حضرت مرّہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے ساتھ جمع ہوتا ہے، ان سے آگے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کا نسب ایک ہی ہے۔

(انسان العیون ج ۱ ص ۱۵)

اور حضرت مرّہ بھی مومن صالح تھے کیوں کہ ان کے والد نے انکو مومن رہنے کی وصیت فرمائی تھی،

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:

وولدہ مرّۃ بن کعب الظاھر انہ کذلک لان اباہ اوصاہ بالایمان (ص ۲۹)

حضرت مرّہ کی والدہ کا نام وحشیہ بنت شیبان بن محارب فہریہ، قبیلہ بنی فہم سے تعلق رکھتی تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدہ سابعہ البویہ (ساتویں دادی) ہیں؛ حضرت مرّہ کے دو بھائی تھے:

(۱) ھصیص (۲) عدی: ان کی والدہ بھی حضرت وحشیہ تھیں اور بقول بعض عدی کی والدہ کا نام جبیبہ بنت بجالۃ بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار ہے، وہ بھی فہمیہ تھیں۔

(از تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت مرّہ کے والد گرامی کا نام کعب ہے اور وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جد ثامن (آٹھویں دادا) ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دور میں تھے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا اس وقت ان کی عمر شریف ۳۳ سال ۳ ماہ تھی۔

امام زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی متوفی ۷۴۹ھ اپنی کتاب "تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" میں لکھتے ہیں:

وعاش المسیح الی ان رفع ثلاثا وثلاثین سنۃ و ثلاثۃ اشھر (ج ۱ ص۲۱ طبع نجف)

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چنانچہ امام ابن الوردی متوفی ۷۴۹ھ فرماتے ہیں:

وکان بین رفع المسیح ومولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمسمائۃ وخمس واربعون سنۃ تقریبا۔

(تتمۃ المختصر فی اخبار البشر ج ۱ ص۲۱)

اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو بیس سال بعد (۵۲۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی انسان العیون میں اور امام حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

وکان بین موتہ (الکعب) والفیل فیما ذکر واخمس مائۃ سنۃ وعشرون سنۃ کذا فی الاکتفاء: وقال الحلبی: الحق ان الخمس مائۃ وعشرین انما ھی بین موت کعب والفیل الذی ھو مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ذکرہ ابونعیم فی الدلائل النبویۃ: اقول: قد رأیت دلائل النبوۃ للامام ابی نعیم فما وجدت فیہ ھذا صراحۃ الا انہ فیہ، وکان بین موت کعب ابن لوئی وبین مبعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس مائۃ سنۃ وستون سنۃ۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص۹۱)

وکذا نقلہ عند الامام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ: الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص۲۹)

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو ساٹھ سال بعد ہوئی: اسی طرح دلائل النبوۃ میں امام ابونعیم اور الخصائص الکبریٰ میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: نیز امام حلبی اور امام دیار بکری اور امام ابن کثیر اور قاضی ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں:

وکان بینہ وبین مبعثہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس مائۃ سنۃ وستون سنۃ۔

از (سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص۱۶، تاریخ خمیس ج ۱ ص۱۵۳)

(سیرۃ نبویہ ج ۱ ص۱۶۶، تفسیر مظہری ج ۹ ص۲۷۵)

اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پانچ سو پچاسی (۵۸۵) سال بعد ہوئی۔ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پچیس (۲۵) سال بعد ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تفصیل درج ہے:

پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ السلام کی حاملہ ہوئیں پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد انہیں ساتھ لیکر اپنے چچازاد بھائی یوسف النجار بن یعقوب بن ماثان کے ہمراہ مصر چلی گئیں اور وہاں بارہ سال رہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے۔ پھر اٹھارہ (۱۸) سال ملک شام ناصرہ کے مقام پر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اُردن اور وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین سال تین ماہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نو (۹) سال تین ماہ رہیں اور اسکے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص۲۰ تا ص۲۲)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ مومن، صالح، متقی، عالم، اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے،

ان کے ولی ہونے، مومن و صالح ہونے کی دلیل یہ ہے جو امام فقیہ، محدث ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی السہیلی متولد فی بلد مالقہ ۵۰۸ھ متوفی فی مصر ۵۸۱ھ نے اپنی کتاب "الروض الانف" اور امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے مسالک الحنفاء والدرج المنیفہ، اور التعظیم والمنۃ اور السبل الجلیۃ میں اور امام حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ نے انسان العیون میں اور امام دیار بکری متوفی ۹۶۶ھ نے تاریخ الخمیس اور قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی متوفی ۱۲۲۵ھ نے تفسیر مظہری میں بیان فرمائی:

كعب بن لؤي اول من جمع يوم العروبة: وقيل: هو اول من سماها الجمعة، فكانت تجتمع اليه قريش في هذا اليوم فيخطبهم ويذكرهم بمبعث النبي صلى الله عليه وسلم ويعلمهم انه من ولده ويأمرهم باتباعه والايمان به"

(الروض الانف ج ۱ ص۶)
(مسالك الحنفاء ص۳۸)
(الدرج المنيفة ص۱۲)
(التعظيم والمنة ص۵۱)
(السبل الجلية ص۱۶)
(سيرت حلبيه ج ۱ ص۱۵)
(تاريخ الخميس في احوال انفس نفيس ج ۱ ص۱۵۲)
(تفسير مظهري ج ۹ ص۲۷۶)

سب سے پہلے حضرت کعب بن لؤی نے عروبہ یعنی رحمت کے دن (جمعہ کے دن کیونکہ اسلام سے پہلے قریش جمعہ کے دن کو یوم العروبہ رحمت کا دن کہتے تھے) جمع کیا اور بعض کے نزدیک سب سے پہلے اس دن کا نام حضرت کعب بن لؤی نے یوم الجمعہ رکھا، اس دن میں قریش ان کے یہاں جمع ہوتے تھے تو آپ قریش کو خطاب فرماتے اور ان کو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں بتاتے اور یہ کہ وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی (کعب رضی اللہ عنہ کی) اولاد سے ہوں گے اور قریش کو حکم فرماتے کہ اگر وہ نبی کریم تمہارے زمانہ میں تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور انکی اتباع و پیروی کرنا۔

اور حدیث شریف میں ہے، امام الحافظ الکبیر ابو نعیم الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی اور امام ابو الفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ السیرۃ النبویہ میں ان سے ناقل اور امام ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن السیوطی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبری میں اور مسالک الحنفاء والدرج

المنیفہ والتعظیم والمنۃ والسبل الجلیۃ میں امام ابو نعیم اور امام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ کی کتاب "اعلام النبوۃ" کے حوالہ سے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے)

كان كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك يجمع قومه يوم الجمعة "عروبة" فيخطبهم فيقول اما بعد: فاسمعوا وتعلموا وافهموا واعلموا، ليل ساج ونهار ضاح، والارض مهاد، والسماء بناء، والجبال اوتاد، والنجوم اعلام والاولون كالآخرين، والانثى والذكر والزوج الى بلى صائرين فصلوا ارحامكم، واحفظوا اصهاركم، وثمروا اموالكم فهل رأيتم من هالك رجع، او ميت نشر، الدار امامكم والظن غير ما تقولون حرمكم زينوه وعظموه وتمسكوا به، فسيأتي له نبأ عظيم، وسيخرج منه نبي كريم، ثم يقول نهار وليل كل اوب حادث، سواء علينا ليلها ونهارها، يؤوبان بالاحداث حين تأوبا، وبالنعم

کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے، اور قریش جمعہ کے دن کو عروبہ نام رکھتے تھے تو حضرت کعب قریش کو خطاب فرماتے اور کہتے اما بعد، پس خوب توجہ سے سنو اور جان لو اور سمجھ لو کہ رات اندھیری ہے اور دن روشن ہے اور زمین فرش ہے اور آسمان چھت ہے اور پہاڑ زمین کی میخیں ہیں اور ستارے علامات ہیں اور اولین آخرین کی مانند ہیں، اور مذکر و مؤنث فنا ہونیوالے ہیں، (ساری مخلوق فنا ہونیوالی ہے) تو صلہ رحمی اور اپنے سسرالی رشتے کی حفاظت کرو اور (اللہ کی راہ میں خرچ کر کے) اپنے مالوں کو بڑھاؤ کیا تم نے دیکھا کہ کوئی ہلاک ہونیوالا واپس آیا ہو یا کوئی مردہ زندہ ہوا ہو تمہارا (حقیقی) گھر تمہارے سامنے ہے اور حقیقت اسکے برعکس ہے جو تم کہتے ہو اپنے حرم کی زینت رکھو اور اسکی تعظیم کرو اور اسکے ساتھ وابستہ رہو کہ اس حرم میں عظیم خبر آئے گی اور اسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے، پھر یہ اشعار پڑھتے تھے کہ دن، رات ہر واپس آنیوالا متغیر

الصفا فی علینا ستورها
علیٰ غفلۃ یأتی النبی محمدٌ،
فیخبر اخبارا صدوقا خبیرها،
ثم یقول : واللّٰہ لو کنت
فیها ذا سمع وبصر ویدٍ و
رجلٍ لتنصبت فیها تنصب
الجمل ، ولارقلت فیها
ارقال الفحل ، ثم یقول :
یالیتنی شاهدٌ فحواء
دعوته ، حین العشیرۃ تبغی
الحق خذلانا .
(دلائل النبوۃ ج ۱ ص۹۰)
(والخصائص الکبریٰ ج ۱ ص۲)
(والسیرۃ النبویہ ج ۱ ص۱۶)
(ومسالک الحنفاء ص۳۸)
(الدرج المنیفۃ ص۱۲)
(التعظیم والمنۃ ص۵۱)
(السبل الجلیۃ ص۱۶)
(سیرت حلبیۃ ج ۱ ص۲۵)

ہونے والا) حادث (فانی) ہے ، برابر ہے اس پر (زمین پر) دن اور رات لوٹتے ہیں (دن اور رات) نئے واقعات کے ساتھ (یعنی ہر دن ، رات نئے واقعات پیش آتے ہیں ، جب وہ (دن ، رات) واپس لوٹیں ، اور اللہ کی نعمتیں جو ہمارے پاس مہمان (کی طرح ہیں) کا ہم پر پردہ ہے (یعنی دن اور رات نئے واقعات وحادثات کے باوجود ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شاملِ حال ہیں) غفلت کے زمانہ میں نبی مکرم رسولِ معظم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کا نام مبارک محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوگا تشریف لائیں گے . اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی باتیں بتائیں گے . پھر ارشاد فرماتے " قسم بخدا اگر میں اس میں (غفلت کے زمانہ میں) آنکھ ، کان ، ہاتھ ، پاؤں والا ہوتا (یعنی میں زندہ ہوتا اور تندرست ہوتا) تو میں ضرور ان کی مدد کے لئے قوی اونٹ کی طرح کھڑا ہوتا اور میں تیز محل کی طرح ان کی مدد میں تیزی کرتا (یعنی میں اس نبی مکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے دور میں ہوتا تو بڑی قوت اور بڑی تیزی کے ساتھ ان کی مدد کرتا . پھر ارشاد فرماتے . اے کاش کہ میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا . (یعنی جب وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قوم کو توحیدِ الٰہی کی دعوت دیں گے تو اے کاش میں اسوقت موجود ہوتا) جبکہ میری اولاد حق کو رسوا کرنا چاہے گی " اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کو حق جانتے اور آپ کے دین دینِ اسلام کو حق سمجھتے تھے اور قریش کو آپ کی پیروی کا حکم فرماتے

تھے . تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مومنِ صالح اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے دور میں سب سے بلند مرتبہ تھے اسی لئے ان کا نام کعب رکھا گیا کیونکہ کعب کا معنی ہے " بلند ، (سیرت حلبیہ ج ۱ ص۲۵)

جس دن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ کعبہ معظمہ کے قریب نماز میں مشغول تھے اور منجنیق پتھروں سے بھرا آپ کے کانوں سے گزر جاتا تھا اور آپ بالکل ادھر اُدھر توجہ نہ فرماتے تھے ، امام سہیلی " الروض الانف " میں لکھتے ہیں :

وجاء فی خبر ابن الزبیر انہ کان یصلی عند الکعبۃ
یوم قتل وحجارۃ المنجنیق تمر باذنیہ وھو لا یلتفت
کانہ کعب راتب . (ج ۱ ص۶)

اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے اور موحد تھے ، بلکہ احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت کعب سمیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام آبار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مومنین صالحین اور اپنے دور کے تمام نوعِ انسان سے " انبیاء علیہم السلام کے علاوہ " افضل واعلیٰ اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے . جیسا کہ آگے چل کر ہم پوری تفصیل سے یہ بیان کریں گے ، انشاء اللہ العزیز پھر قارئین کو کوئی تشنگی ہرگز محسوس نہ ہوگی اور آباء مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ایمان کا مسئلہ اظہر من الشمس ہوگا .

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں :

ان آباء النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم
من عہد ابراھیم علیہ السلام
الی کعب بن لؤی کانوا
کلھم علیٰ دین ابراھیم
علیہ السلام (مسالک الحنفاء ص۳۹)
وقال فی الدرج المنیفۃ : ان
اجدادہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم

کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء واجداد ابراھیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت کعب بن لؤی تک سب دینِ ابراھیم علیہ السلام پر تھے اور الدرج المنیفۃ میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد کا ایمان ابراھیم علیہ السلام سے حضرت کعب بن لؤی اور ان کے بیٹے

من ابراهيم عليه السلام الى كعب — حضرت مرة تک منصوص ہے۔
بن لؤی وولده مرة منصوص
على ايمانهم ، (ص١٤١)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پانچ بھائی تھے ان کے نام یہ ہیں:

(۱) عامر (۲) سامہ (۳) عوف (۴) سعد (۵) خزیمہ

عامر کے علاوہ دیگر چار کی والدہ کا نام ماویّہ بنت کعب بن الیقین بن جسر بن قضاعہ اور عامر کی والدہ کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر اور بقول بعض مخشیہ بنت المنزر بن قاسط ہے اور وہ بنی ربیعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت محارب فہمیہ یا فہریہ ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آٹھویں دادی ہیں،

"تاریخ الخمیس" میں ہے:

فتزوج لؤی بن فهر سلمى بنت محارب من فهم
او فهر الخط فى الاصل توهم فهى فهمية او فهرية
وثامنة الجدات النبويات فولدت كعبا۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لؤی ہے اور حضرت لؤی کے ایک بھائی تھے ان کا نام تیم تھا اسکی قوم کو بنو الازم کہا جاتا ہے، حضرت لؤی کی والدہ کا نام بقول امام ابوبکر یا ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی تابعی تھے اور عظیم محدث، حافظ اور اخباری تھے ان کی وفات بغداد شریف ۱۵۱ھ میں ہوئی۔
(معجم المؤلفین ج ۹ ص ۴۴ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۲) سلمیٰ بنت عمرو الخزاعی ہے۔

اور امام ابوعبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام القرشی، الاسدی، الزبیری، قاضی مکہ شریف متوفی ۲۵۶ھ مرآۃ الجنان میں ہے کہ ان کی وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی، اور یہ خطا ہے، کیونکہ یہ زبیر بن بکار امام ابومحمد محدث، فقیہ، سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی، المکی کے شاگرد ہیں، خود امام یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی مقام پر لکھتے ہیں:

روی عن ابن عیینہ۔ اور امام ابن عیینہ کی ولادت پندرہ شعبان ۱۰۷ھ کوفہ میں ہوئی اور وفات پندرہ شعبان ۱۹۶ھ میں ہوئی۔
(معجم المؤلفین ج ۴ ص ۲۳۵)

اور حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ امام ابوعبداللہ، محدث، حافظ، عارف لعلوم الحدیث مفسر، مؤرخ، محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی صاحب سنن کے شیخ ہیں۔

چنانچہ خود امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

وروى عنه ابن ماجة القزوينى (مرآة الجنان ج ۲ ص ۱۶۷)

اور امام ابن ماجہ القزوینی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳ رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ (معجم المؤلفین ج ۱۲ ص ۱۱۵)

حضرت زبیر بن بکار کے سن وفات میں غلطی مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۳۹۰ھ کے متن میں ہے، اور متن کے حاشیہ میں، ۲۵۶ھ ہی لکھا ہے، حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ کے نزدیک حضرت لؤی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد بن النضر ہے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت لؤی کی والدہ کا نام وحشیہ بنت مدلج بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ ہے وہ کنانیہ تھیں،

امام دیار بکری "الاکتفاء" کے حوالے سے لکھتے ہیں،

فتزوج غالب وحشية بنت مدلج بن مرة بن عبد مناف
بن كنانة فهى كنانية وتاسعة الجدات النبويات فولدت
له لؤيا۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت لؤی کے والد کا نام حضرت غالب رضی اللہ عنہ ہے، حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) محارب (۲) حارث (۳) اسد

بہن کا نام: جنبدلہ، ان سب کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ اور حضرت غالب کی والدہ سلمیٰ بنت سعد ابن ہذیل الہذلیہ ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے: (ج ۱ صہ ۱۵۱)

ولقبه فهر فتزوج سلمى بنت سعد ابن هذيل فهي هذلية وعاشرة الجدات النبويات فولدت له غالبًا۔

حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام فہر اور لقب قریش، اور بعض کے نزدیک نام قریش اور لقب فہر ہے۔

امام سُہیلی رحمہ اللہ "روض الانف" میں لکھتے ہیں:

واما فهر فقد قيل انه لقب واسمه قريش، وقيل بل اسمه فهر وقريش لقب له (ج ۱ صہ ۹)

تاریخ خمیس میں "الاکتفاء" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کی والدہ نے ان کا قریش نام رکھا اور ان کا لقب فہر رکھا۔ (ج ۱ صہ ۱۵۲)

حضرت فہر کی والدہ کا نام جندلہ بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرہمی جرہمیہ ہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہویں دادی ہیں۔

امام دیار بکری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

وتزوج مالك جندلة بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرهمي فهي جرهمية وحادية عشرة من الجدات النبويات فولدت له فهر۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صہ ۱۵۱)

اور یہ فہر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے چھٹے دادا ہیں،

سیرتِ حلبیہ میں ہے:

وفهر هذا هو الجد السادس لابي عبيدة بن الجراح۔

اکثر علماء کے نزدیک ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے، ان سے اوپر مالک، نضر وغیرہما کی اولاد کو قریش نہیں کہا جاتا ہے اور امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ قریش وغیرہم میں نسب کا علم رکھنے والوں کا اجماع و اتفاق ہے کہ انہیں کی اولاد قریش کہلاتے ہیں، اسی لئے انکو ابو قریش کہا جاتا ہے۔

(سیرتِ حلبیہ ج ۱ صہ ۱۶، تاریخ خمیس ج ۱ صہ ۱۵۱)

اور ان کو جماع قریش (قریش کو جمع کرنے والے کہا جاتا ہے) کیونکہ جب حسان بن عبد کلال بنو حمیر وغیرہم کو لیکر بیت اللہ شریف کے پتھر اٹھانے کے لئے یمن سے آیا تاکہ ان پتھروں سے یمن میں بیت اللہ بنائے اور لوگ وہاں حج کیا کریں اور حسان نخلہ کے مقام پر ٹھہرا اس وقت حضرت فہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرب کے تمام قبائل کو جمع کیا اور حسان سے جنگ کی اور اسکو شکست دی اور وہ حسان تین سال ان کے ہاں قیدی رہا اور بعد میں مال کثیر فدیہ میں دے کر رہا ہوا اور واپس جاتے ہوئے مکہ اور یمن کے درمیان اس کا انتقال ہوگیا۔ اس وجہ سے تمام عرب نے حضرت فہر کو اپنا سردار بنایا اور ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے، حضرت فہر نے اپنے بیٹے حضرت غالب کو یہ وصیت فرمائی کہ تھوڑی سی چیز جو تجھے مستغنی کر دے وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے کہ اس مال کے ہوتے ہوئے بھی تو محتاج رہے۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ صہ ۱۶)

حضرت فہر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام مالک ہے، چونکہ وہ عرب کے بادشاہ تھے اسلئے ان کا نام مالک رکھا گیا،

حضرت مالک کی والدہ کا نام عکرشہ بنت عدوان حارث بن عمرو بن قیس بن عیلان ہے۔

امام حافظ الحدیث ابو حاتم محمد بن حبان ابن احمد التمیمی البستی المتوفی ۳۵۴ھ فرماتے ہیں:

وام مالك بن النضر عكرشة بنت عدوان وهو الحارث بن عمرو بن قيس بن عيلان۔

اور بعض نے حضرت مالک کی والدہ کا نام ہند بنت عدوان اور سیرت ابن ہشام میں عاتکہ بنت عدوان ذکر کیا ہے۔ امام دیار بکری المنتقی سے نقل کرتے ہیں،

فتزوج النضر بن كنانة هند بنت عدوان،

پھر سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

فام مالك عاتكة بنت عدوان، (تاریخ الخمیس ج ۱ صہ ۱۵۲)

اور وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارہویں دادی ہیں۔

(السیرۃ النبویہ صہ ۷)

اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے:

(۱) یخلد (۲) صلت

تاریخ خمیس میں ہے:

فولد النضر بن کنانة مالکاً ویخلد والصلت (ج ۱ ص۵۲)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے والد کا نام قیس لقب نضر، چونکہ وہ بہت ہی حسین وجمیل تھے اسلئے ان کا لقب نضر پڑ گیا۔

سیرت حلبیہ میں ہے:

ولقب به لنضارته وحسنه وجماله واسمه قیس (ج ۱ ص۱۹)

فقہاء کے نزدیک وہ جماع قریش ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ قریش کون ہیں؟ فرمایا: من ولد النضر، اولادِ نضر ہیں۔

حضرت نضر قیس رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا چہرہ روشن رہتا تھا، امام سید احمد زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ مفتی مکہ فرماتے ہیں:

والنضر انما لقب بذلك لنضارة وجهه واشراقه و جماله من نور النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم

(السیرة النبویة والآثار المحمدیة ج ۱ ص۱۱ علی هامش الحلبیة)

امام ابن ہشام اور ابن حبان نے حضرت نضر کا نام قریش ذکر کیا ہے، لہٰذا جو حضرت نضر کی اولاد سے ہوں وہ قریشی کہلائیں گے۔

(سیرۃ نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص۸۴ ولابن حبان ص۲)

حضرت نضر رضی اللہ عنہ کے تین بھائی تھے۔

(۱) مالک (۲) عبد مناۃ (۳) ملکان۔

امام ابو جعفر الطبری نے ان تین کے علاوہ اور نو (۹) ذکر کئے ہیں، اُن کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) عامر (۲) حارث (۳) نضیر (۴) غنم (۵) سعد (۶) عوف (۷) جرول (۸) جزال (۹) غزوان

(سیرت نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص۸۴)

اور حضرت نضر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام بقولِ بعض ریحانہ ہے۔

امام دیار بکری "اکتفاء" سے ناقل ہیں فتزوج کنانة ریحانة فولدت له النضر واسمه قیس کذا فی المنتقی والمواهب اللدنیة،

(تاریخ خمیس ج ۱ ص۱۵۰)

پھر ذخائر العقبیٰ اور سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت نضر کی والدہ کا نام برہ بنت مر بن ادبن طابخہ بن الیاس بن مضر اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیرھویں دادی ہیں، برہ بنت مر سے دو بیٹے مالک اور ملکان، ہوئے اور عبد مناۃ کی والدہ کا نام ھالہ بنت سوید بن الغطریف اسدیہ ہے اور امام ابن اسحٰق نے اسکے برعکس فرمایا ہے کہ "برہ بنت مر" سے حضرت نضر ہی پیدا ہوئے ان کے علاوہ مالک ملکان وعبد مناۃ وغیرھم دوسری بیوی سے ہوئے۔ (ص۱۵۱)

اور امام ابن حبان لکھتے ہیں:

وام النضر بن کنانة برة بنت مر اخت تمیم بن مر وقیل: انها فکهة هنی بن بلی، والنضر هو قیس.

(سیرة نبویه ص۴۲)

اور بقولِ بعض حضرت نضر کی والدہ نام فکہۃ بنت ھنی بن بلی ہے۔ حضرت نضر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک سبز درخت نکلا جسکی ٹہنیاں اولین وآخرین کے عدد کے برابر تھیں اور وہ آسمان سے لگ رہی تھیں اور اس سے نور نکلتا تھا جسکی روشنی سورج کی طرح تھی اور اس درخت کے ساتھ سفید چہروں والی ایک قوم لٹکی ہوئی تھی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو ایک کاھنہ کے پاس گئے اور اسے اپنا یہ خواب سنایا۔ اس کاھنہ نے آپ کو نہایت ہی معزز و کرم والی نسب ہونے کی تعبیر بتائی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت نضر کی پشت پاک سے نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء تشریف لائیں گے۔ اور وہ تمام اولین وآخرین کے نبی ہوں گے اور ان کی نبوت آسمان وزمین کی تمام مخلوق کو عام ہوگی اور جو قوم اس درخت کی ٹہنیوں سے لٹکی ہوئی دیکھائی گئی وہ آپ کی اُمت کی طرف اشارہ تھا، اس تعبیر کو اس کاھنہ نے ظاہر نہ کیا مگر اشارۃً یہ کہہ کر کہ اے نضر تمہیں وہ عزت وشرف اور فضیلت وبرتری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے جو اس نے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائی، انہیں بتا دیا کہ وہ نبی آخر الزماں علیہ التحیۃ والثناء کی بعثت ہے، کیونکہ سب سے بڑی فضیلت یہی ہے اور کوئی نہیں،

ایک غلطی کا ازالہ

بعض مؤرخین سے اس جگہ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے، وہ یہ کہ حضرت نضر کی والدہ برہ بنت مر ہے اور وہی خاتون (برہ بنت مر) حضرت کنانہ والد

نضر کی والدہ بھی ہے کیوں کہ حضرت کنانہ کے والد حضرت خزیمہ کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بیٹے کنانہ نے اپنی والدہ برّہ بنت مُر سے نکاح کر لیا پھر اس سے حضرت نضر پیدا ہوئے ، اہلِ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا تو اس شخص کا بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیتا تھا ۔ چنانچہ صاحبِ اکتفاء بلکہ اور بھی بہت سے اہلِ سِیَر سے یہ غلطی ہوئی ہے ، یاد رہے یہ بات بالکل غلط ہے یہ غلطی مؤرّخین و اہلِ سِیَر کو حضرت کنانہ اور حضرت نضر کی والدہ کے ایک نام ہونے کی اور ان کے تقاربِ نسب کی وجہ سے لگی ۔ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں ایسی شخصیات ہوں جو زنا سے پیدا ہوئیں جبکہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : تنقلت فی الاصلاب الزکیۃ الی الارحام الطاہرۃ ، "کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا " اور ایک حدیث میں فرمایا : کلنا نکاح لیس فینا سفاح ما ولدت من سفاح الجاھلیۃ ، "کہ میرے نسب مبارک میں تمام آباء و امہات نکاح (اسلام کی طرح نکاح) سے پیدا ہوئے ، ہمارے نسب میں کوئی بھی زنا سے پیدا نہیں ہوا " ، امام دیار بکری ، امام حافظ الحدیث ابو عثمان عمرو بن بحر کی کتاب الاصنام کے حوالہ سے اور علامہ احمد زینی بن احمد دحلان مفتی مکہ سیرتِ نبویہ و آثارِ محمدیہ میں لکھتے ہیں :

" وانما غلط کثیر من النّاس لما سمعوا ان کنانۃ خلف علی زوجۃ ابیہ برّۃ لاتفاق اسمھما وتقارب نسبھما قال ھذا الّذی علیہ مشائخنا من اھل العلم بالنسب قال ومعاذ اللہ ان یکون اصاب النّبی صلی اللہ علیہ وسلم مقت نکاح وقال من اعتقد غیر ذٰلک فقد اخطاء وشک فی الخبر ویؤید ذلک قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنقلت فی الاصلاب الزکیۃ الی الارحام الطاھرۃ قلت ویؤید ذلک ما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی تفسیر قولہ تعالیٰ وتقلبک فی السّاجدین ای من نبی الی نبی حتی اخرجتک نبیا ۔"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۱)

علامہ زینی دحلان نے ایک حدیث ان الفاظ سے نقل فرمائی " ما زلت اخرج من نکاح کنکاح الاسلام " اور مؤرخین کی اسی غلطی کو نقل کرنے کے بعد لکھا ۔

" وھذا کلہ غلط فاحش (ج ۱ ص ۱۱)

حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام کِنَانَہ کنیت ابو النضر ہے ، حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کے تین بھائی تھے ۔

(۱) اُسد (۲) اسدۃ (۳) ہُوْن

(سیرت نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۹۴)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے ، بعض کے نزدیک حضرت کنانہ کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر اور بعض کے نزدیک ھند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان اور دیگر تینوں کی والدہ کا نام برّہ بنت مر اخت تمیم بن مر بن ادبن طابخۃ اور بعض نے کہا کہ حضرت خزیمہ کو بتایا گیا کہ برّہ بنت طابخہ سے نکاح کریں اور وہ حسن و جمال کے لحاظ سے پوری قوم کی سردار تھیں ۔ ان سے حضرت کنانہ پیدا ہوئے ، حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک تھا ۔

امام دیار بکری لکھتے ہیں :

" فبقی (خزیمۃ) سنین لا یدری کیف یتزوج حتی اُری فی منامہ ان تزوج برّۃ بنت طابخۃ فتزوجھا وکانت یومئذ سیّدۃ قومھا فی الحسن والجمال فولدت لہ کنانۃ وفی الاکتفاء : فولد خزیمۃ بن مدرکۃ کنانۃ واسدا واسدۃ والھون وام کنانۃ منھم عوانۃ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر وقیل ھند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان قرأتہ بخط احمد بن یحیی بن جابر وام سائر بنیہ برّۃ بنت مر اخت تمیم بن مر بن اد بن طابخۃ وفی کنانہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۰)

امام ابن حبان نے غیلان کی بجائے عیلان عین کے ساتھ لکھا ہے ۔

(سیرۃ نبویہ واخبار الخلفا ص ۲۷)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ بڑے عالم اور اپنی قوم کے سردار تھے ان کے علمی کمال کی وجہ سے عرب انہیں ملجا و ماوی سمجھتے تھے اور اکثر ان کے حضور حاضر رہتے تھے اور حضرت کنانہ یہ خطاب فرمایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں جن کا نام احمد ہوگا مکہ شریف میں پیدا ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی لوگوں کو دعوت دیں گے اور نیکی و احسان اور مکارم اخلاق کا حکم فرمائیں گے تو اے عرب تم ان کی اتباع و پیروی کرنا اور انہیں نہ جھٹلانا کہ عزت و شرف اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی سے ہے اور وہی حق ہے، علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ "السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ" میں اور امام حلبی "انسان العیون" میں رقمطراز ہیں:

"ما نقل عن جدہ صلی اللہ علیہ وسلم کنانۃ بن خزیمۃ انہ کان شیخاً عظیماً حییا تقصدہ العرب لعلمہ وفضلہ وکان یقول قد آن خروج نبی من مکۃ یدعی احمد یدعوا الی اللہ تعالیٰ والی البر والاحسان ومکارم الاخلاق، فاتبعوہ تزدادوا شرفا وعزا الی عزکم ولا تعتدوا ای لا تکذبوا ما جاء بہ فھو الحق"

(ج ۱ ص۱۰ و ج ۱ ص۱۶)

اور حضرت کنانہ جب کسی کا کوئی عیب دیکھتے تو اسکی پردہ پوشی فرماتے، سیرت حلبیہ میں ہے:

"قیل لہ کنانہ (الی ان قال) لسترہ علی قومہ وحفظہ لاسرارھم (ج ۱ ص۱۶)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام خزیمہ رضی اللہ عنہ ہے۔ خزیمہ خزمہ کی تصغیر ہے، اور یہ خزم سے بنا ہے اور اس کا معنیٰ ہے بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کر دینا۔

چونکہ ان کے آباء واجداد میں جو نورِ علم و ایمان اور تقویٰ و عرفان تھا وہ تمام نور اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرما دیا اسلئے ان کا نام خزیمہ رکھا گیا۔ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا۔

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

"وانما سمی خزیمۃ تصغیر خزمۃ لانہ خزم نور آبائہ وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۰۱)

اور امام احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ ارشاد فرماتے ہیں:

وجاء ان خزیمۃ کان یری نور النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین عینیہ (السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ ج ۱ ص۱۰)

امام جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مسالک الحنفاء" میں لکھتے ہیں:

وقد اخرج ابن حبیب فی تاریخہ عن ابن عباس قال: کان معد وربیعۃ ومضر وخزیمۃ واسد علی ملۃ ابراھیم علیہ السلام فلا تذکروھم الا بخیر (ص۳۶)

کہ امام ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے تو انہیں بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو۔

امام ابن حبیب کا تعارف

متقدمین مؤرخین میں سے ابن حبیب نام کے دو بزرگ ہوئے ہیں، اور مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس حدیث کے راوی کون سے ابن حبیب ہیں، اسلئے ان دونوں بزرگوں کا مختصر تعارف لکھ رہا ہوں،

نمبر ۱: امام محمد بن حبیب بن امیۃ بن عمرو الہاشمی البغدادی

عالم باللغۃ والشعر والاخبار والانساب، یہ بزرگ امام ابن الاعرابی، ابن الکلبی، قطرب اور ابو عبیدہ، ابو الیقظان کے شاگرد ہیں اور امام ابو سعید سکری کے استاذ ہیں۔ یہ بغداد شریف میں پیدا ہوئے اور ماہِ ذی الحجہ میں سامراء کے مقام پر ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

(معجم المؤلفین ج ۹ ص۱۷۵)

نمبر ٢: امام ابو مروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان بن ہارون ابن جاہمۃ بن عباس بن مرداس السلمی العباسی الاندلسی القرطبی المالکی

فقیہ علی مذہب المدنیین، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، ادیب، لغوی، نحوی، عروضی شاعر، ابیرہ کے مقام پر ١٨٠ھ میں پیدا ہوئے اور قرطبہ میں رہے وہاں سے مصر چلے گئے اور مصر سے پھر اندلس آ گئے اور وہیں اندلس میں ٢٣٨ھ میں پانچ رمضان المبارک کو وفات پائی۔ (معجم المؤلفین ج ٦ صفحہ ١٨١)

نیز اسی حدیث کو علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ نے اپنی کتاب "السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ" میں امام کبیر، امام المفسرین، سید المحدثین، سند المؤرخین ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ٣١٠ھ کی "تاریخ الامم والملوک" کے حوالہ سے نقل کیا اور اسمیں حضرت اسد کے نام کا بنت اضافہ ہے، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ امام طبری نے سلمی بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الامم والملوک ج ١ صفحہ ١٨٩)

امام ابن حبان نے بنت اسلم کی بجائے بنت سعد لکھا ہے (سیرت نبویہ صفحہ ٣٤)
امام دیار بکری نے سلمی بنت سود بن اسلم ذکر کیا، اور بعض نے قرزمیہ ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الخمیس ج ١ صفحہ ١٥١)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا ایک سگا بھائی تھا اس کا نام ہذیل اور ایک بھائی سوتیلا یعنی ماں کی طرف سے اس کا نام تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے، امام طبری لکھتے ہیں:

خزیمۃ وامہ سلمی بنت اسلم بن الحاف بن قضاعۃ واخوہ لابیہ وامہ ہذیل واخوہما لامہما تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ وقد قیل ان ام خزیمۃ وہذیل سلمی بنت اسد بن ربیعۃ

(تاریخ الامم والملوک ج ١ صفحہ ١٨٩)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام بقول امام ابن ہشام، عامر اور بقول امام طبری عمرو، امام حلبی نے بھی یہی ذکر کیا ہے اور لقب مدرکۃ ہے، حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ

تمام عرب سے زیادہ معزز و مکرم تھے۔ امام حلبی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں:

قیل لہ مدرکۃ لانہ ادرک کل عز وفخر کان فی آبائہ (سیرت حلبیہ ج ١ صفحہ ١٦)

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ میں آنکھوں کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ امام دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ج ١ صفحہ ١٥)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ اپنی کتاب "السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ" میں لکھتے ہیں:

"کان یری نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین عینیہ" (ج ١ صفحہ ١٠)

اور امام حلبی اپنی کتاب "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون" میں رقمطراز ہیں:

وکان فیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای ولعل المراد ظہورہ فیہ (ج ١ صفحہ ١٦)

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام لیلی، لقب خندف بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ اور خندف کی والدہ کا نام ضریہ بنت ربیعۃ بن نزار ہے۔ حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے اور دو بھائی تھے:

(١) طابخۃ: اس کا نام عامر تھا اور
(٢) قمعۃ: اس کا نام عمیر تھا۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا لقب خندف اسلئے رکھا گیا کہ ایک بار حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کو ایک چراگاہ میں لیکر جا رہے تھے، تو اچانک ایک خرگوش نکلا اور اونٹ اس خرگوش سے ڈر کر بھاگ گئے، حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو فرمایا جاؤ اونٹ تلاش کر کے لاؤ، تو تینوں بھائی اس مقصد کیلئے نکلے، حضرت عمرو نے اونٹوں کو پالیا اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس خرگوش کو پکڑ کر اسے ذبح کیا اور پکانا شروع کر دیا، انہیں وہ پکاتے ہوئے دیکھ کر حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اَنْتَ طَابِخَۃ "تو پکانے والا ہے"، ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا، اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ خوف کی وجہ سے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے اور وہاں

سے نہ نکلے تو حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا "اَنْتَ قَمَعَۃ" تو چھپنے والا ہے " اور حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے پیچھے بڑی تیزی سے جانے لگی، تو حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا "اَینَ تُخَنْدِفِین" ای تسعین" تو کہاں دوڑی جا رہی ہے ، اس وجہ سے ان کا لقب "خِندِف" مشہور ہو گیا۔

اسکے علاوہ مورخین نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں۔ (تاریخ طبری ج ا صد ۱۸۹)

(و تاریخ الخمیس ج ا صد ۱۵۱)

مگر مشہور وجہ یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی ہے۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی کا نام حبیب" لقب الیاس" رضی اللہ عنہ، امام سدید الدولۃ محمد بن عبد الکریم بن ابراھیم بن عبد الکریم بن رفاعہ الشیبانی المعروف با بن الانباری متوفی ۵۵۸ھ (معجم المولفین ج ا صد ۱۹۶) کے نزدیک "اِلیاس" ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ، اور امام ابو محمد، محدث، لغوی، نحوی، قاسم بن ثابت بن حزم بن عبد الرحمٰن ابن مطرف بن سلیمان بن یحیی العوفی السرقسطی، ان کی پیدائش ۲۵۵ھ میں ہوئی ، اور ماہ شوال ۳۰۲ھ سرقسطہ کے شہر میں وفات پائی۔

(از معجم المولفین ج ۸ صد ۹۶)

موصوف اپنی کتاب " الدلائل فی شرح غریب الحدیث " میں فرماتے ہیں کہ "اَلْیاس" ہمزہ کی زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور "رجاء" (امید) کی ضد ہے ، یعنی اس کا معنی ہے " ناامیدی" (الروض الانف ج ا صد)

(و تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ا صد ۱۴۹)

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا لقب " الیاس" اس لئے رکھا گیا کہ ان کے والد بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ناامید ہو چکے تھے ، اس ناامیدی کی عمر میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کا لقب " الیاس" یعنی سن ناامیدی میں پیدا ہونیوالا بچہ ، رکھ دیا ، اور وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

اسی وجہ سے اکثر اہل سیرت نے ان کا نام الیاس ہی لکھا ہے ، صرف امام بکری نے سیرۃ مغلطائی کے حوالہ سے ان کا نام "حبیب" ذکر کیا ہے ، حضرت حبیب الیاس رضی اللہ عنہ مومن صالح تھے ان کے ایمان کی احادیث میں صراحت موجود ہے ، امام سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب " الروض الانف " میں لکھتے ہیں :

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہ قال لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا "

کہ حضرت الیاس کو برا مت کہو کیونکہ بلا شبہ وہ مومن تھے (ج ا صد ۸)

یہ حدیث امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل میں امام سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے نقل فرمائی ۔ اور امام دیاربکری حیاۃ الحیوان کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

" کان الیاس مؤمنًا وکان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالحج فیتعجب منہ۔

(تاریخ الخمیس ج ا صد ۱۴۹)

یعنی حضرت الیاس مومن تھے اور وہ حج کے دنوں میں اپنی پشت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ والملک لک) پڑھنے کی بھینی بھینی آواز سنتے تھے اور وہ تعجب فرماتے تھے ، اور امام سہیلی " الروض الانف " میں لکھتے ہیں :

وذکر انہ کان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحج (ج ا صد)

امام سہیلی کی یہ عبارت امام سیوطی نے اپنے رسائل میں بھی نقل فرمائی ، اور امام حلبی " انسان العیون " میں لکھتے ہیں :

وجاء فی حدیث لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنًا (الی ان قال) وکان الیاس یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروفۃ فی الحج۔

(انسان العیون ج ا صد ۲)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ " السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ " میں رقمطراز ہیں :

وتواتر ان جدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیاس کان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروفۃ فی الحج (الی ان قال) وجاء فی الحدیث لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنًا (ج ا صد ۱ علی ہامش الحلبیہ)

یعنی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اپنی صلب مطہر سے آقاءِ دوجہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ حج پڑھنے کی آواز سُنتے تھے، اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مؤمن تھے، اور ان میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک ظاہر ہوتا تھا، امام بکری لکھتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تاریخ خمیس ج ۱ صـ۱۲۹)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ عرب میں ایسے ہی صاحب علم وفضل اور صاحب حکمت و دانا تھے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں صاحب حکمت اور علم وفضل کے مالک تھے، حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کے علم وفضل وصاحب حکمت ہونے کی وجہ سے عرب ان کی نہایت ہی تعظیم کرتے تھے اور انہیں قائدِ عرب اور سید العشیرہ کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ عرب کے حاکم تھے۔ تمام عرب ان کے بغیر اپنے کسی معاملہ میں خود کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عرب کے تمام معاملات میں حضرت الیاس رضی اللہ عنہ جو فیصلہ فرماتے اسی پر عمل کیا جاتا تھا،

امام دیار بکری رحمۃ اللہ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولم تزل العرب تعظم الیاس بن مضر تعظیم اهل الحکمة کلقمان واشباهه وکان یدعی کبیر قومه وسید عشیرته ولا یقطع امر ولا یقضی لهم دونه.

(تاریخ الخمیس ج ۱ صـ۱۲۹)

اور علامہ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں،

وکان کبیرا عند العرب یدعونه سید العشیرة ولا یقضون امرا دونه (الی ان قال) وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومه، (السیرة النبویه ج ۱ صـ۱۰)

اور امام حلبی ارشاد فرماتے ہیں:

وعظم امره عند العرب حتی کانت تدعوه بکبیر قومه وسید عشیرته وکانت لا تقضی امرا دونه (الی ان قال) وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومه.

(انسان العیون ج ۱ صـ۱۰)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد جب رکن یمانی چھپا دیا گیا اور لوگوں کو اس کا کچھ علم نہ تھا تو سب سے پہلے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اس پر مطلع ہوئے اور آپ نے مقام ابراہیم کو اسکے اصل مقام پر رکھا، بعض لوگ رکنِ یمانی کی بجائے مقامِ ابراہیم کہتے ہیں۔ لیکن صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے،

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

انما هلك الرکن بعد ابراهیم واسماعیل علیهما السلام وهو الاشبه (تاریخ الخمیس ج ۱ صـ۱۵۰)

اور سب سے پہلے ہدی کے لئے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے جانور بھیجے ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو محصر یعنی وہ محرم جسے دشمن وغیرہ نے راستے میں روک لیا ہو، قربانی کے لئے ایام حج میں مکہ معظمہ میں بھیجے،

تاریخ خمیس، سیرتِ حلبیہ، سیرتِ نبویہ لزینی دحلان وغیرہ کُتبِ سیرت میں ہے:

" وهو اول من اهدی البدن الی البیت "

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سُنت کو برقرار رکھا بلکہ ہدی کے بھیجنے کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا،

قرآن کریم میں ربِ ذوالجلال کا فرمان ہے:

" والبدن جعلنها لکم من شعائر الله " (الحج پ۱۷)

اور سب سے پہلے سل کی مرض انہیں لاحق ہوئی اور اسکی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، جب حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ اس پر بہت ہی غمگین ہوئیں اور وہ غم ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔

سیرتِ حلبیہ میں ہے:

وهو اول من مات بعلة السل ولما مات حزنت علیه زوجته خندف حزنا شدیدا لم یظلها سقف بعد موته حتی ماتت (ج ۱ صـ۱۰)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی وفات جمعرات کے دن ہوئی، امام دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

وکانت وفاة الیاس یوم الخمیس (ج ۱ صـ۱۵۰)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خزیمہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام دیار بکری فرماتے ہیں۔

وتزوج مضر خزيمة فولدت له الياس"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۹)

اور امام طبری رحمۃ اللہ نے ان کی والدہ کا نام رباب بنت حَیدَہ بن معد لکھا ہے، اور حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا۔ اس کا نام عیلان تھا۔ عیلان عیلہ سے ماخوذ ہے اور عیلہ کا معنیٰ ہے محتاجی چونکہ حضرت عیلان بہت سخی تھے، اور بہت خرچ کرتے تھے اس وجہ سے لوگ عتاب کرتے اور انہیں کہتے تھے کہ تو محتاج ہو جائے گا۔ اے عیلان، تو یہی (عیلان) نام مشہور ہو گیا۔

تاریخ طبری میں ہے:

وامه الرباب بنت حيدة بن معد واخوه لابيه وامه الياس وهو عيلان وسمى عيلان فيما ذكر لانه كان يعاتب على جوده فيقال له لتغلبن عليك العيلة يا عيلان فلزمه هذا الاسم (ج ۲ ص ۱۸۹)

اور امام ابن حبان نے رباب بنت ایاس بن معد ذکر کیا ہے۔

(سیرت نبویہ ص ۴۸)

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام مضر رضی اللہ عنہ ہے،

مضر، مضیرۃ یا اللبن الماضر سے ماخوذ ہے، مضیرہ ایک ایسی شئی ہے جو دودھ سے تیار کی جاتی ہے اور وہ نہایت ہی سفید رنگ کی ہوتی ہے، چونکہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ نہایت ہی سفید رنگ کے تھے اسلئے ان کا نام مضر رکھا گیا۔

امام سہیلی رحمہ اللہ "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

واما مضر فقد قال القتبى هو من المضيرة او من اللبن الماضر والمضيرة شئ يصنع من اللبن فسمى مضر لبياضه (ج ۱ ص ۸)

اور ان کو مضر الحمراء کہا جاتا تھا، کیوں کہ جب حضرت مضر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی مضر ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کا ترکہ آپس میں تقسیم کیا تو ان کے مال سے جو سونا تھا وہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور گھوڑے حضرت

ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لئے، اس وجہ سے حضرت مضر کو حضرت مضر الحمراء اور حضرت ربیعہ کو ربیعۃ الفرس کہتے تھے، امام حلبی رحمۃ اللہ سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں:

ويقال له مضر الحمراء قيل لانه لما اقتسم هو واخوه ربيعة مال والدهما اعنى نزارا اخذ مضر الذهب فقيل له مضر الحمراء واخذ ربيعة الخيل ومن ثم قيل له ربيعة الفرس (ج ۱ ص ۱۷)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ نہایت ہی حسین و جمیل تھے، دیکھنے والے کا دل موہ لیتے تھے کہ اگر ان کو کوئی دیکھتا تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتا اور ان کی آواز بھی بہت ہی پیاری تھی: درحقیقت ان کا یہ حسن وجمال اور چہرہ کی دمک نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی،

امام الشافعیہ مفتی حرم علامہ احمد بن زینی بن احمد دحلان اپنی کتاب "سیرت نبویہ و آثار المحمدیہ" میں لکھتے ہیں:

وجاء ايضا ان مضر انما سمى بذلك لانه كان يمضر القلوب اى يأخذها لحسنه وجماله ولم يره احد الا احبه لما كان يشاهد فى وجهه من نور النبى صلى الله عليه واٰله وسلم (ج ۱ ص ۱۰)

اور امام بکری رقمطراز ہیں:

وفيه نور رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما سمى مضر لانه اخذ بالقلب ولم يكن يراه احد الا احبه (الى ان قال) وكان من احسن الناس صوتا۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۴۸)

حضرت مضر و حضرت ربیعہ مؤمن و متقی تھے

حضرت مضر و حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما، دونوں مؤمن صالح متقی اور پرہیزگار تھے، احادیث مبارکہ میں ان کے مؤمن ہونے کی صراحت موجود ہے۔ امام دیار بکری حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان مسلما على ملة ابراهيم

"کہ وہ مسلمان تھے ملت ابراہیمی پر تھے"

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۴۸)

علامہ زینی دحلان سیرتِ نبویہ میں اور امام حلبی سیرتِ حلبیہ میں فرماتے ہیں:

وجاء فی حدیث لا تسبوا ربیعة ولا مضر فانهما کانا مؤمنین ، وفی روایة لا تسبوا مضر فانه کان علی ملة ابراهیم (رواه الحلبی فقط) وفی حدیث غریب لا تسبوا مضر فانه کان علی دین اسمٰعیل۔

(سیرۃ نبویہ علی هامش الحلبیہ ج ۱ ص ۱۱ وسیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۱۱)

اور تاریخ خمیس میں ہے کہ حضرت میمون بن مہران نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا من المسلمین"

(ج ۱ ص ۱۲۹)

اور امام الائمہ خاتمۃ المحدثین جلال الملۃ والدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ "مسالک الحنفاء" میں اور "التعظیم والمنۃ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر بن بکار نے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا مؤمنین" (ص ۵۱)

(ومسالک الحنفاء ص ۳۵)

اور یہی حدیث امام سہیلی نے "الروض الانف" میں سند کے بغیر نقل فرمائی ہے۔

(ج ۱ ص ۸)

امام سیوطیؒ مسالک الحنفاء میں امام سہیلی سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، قلت: وقفت علیه مسندا ، مجھے اسکی سند معلوم ہے،

پھر امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسکی سند بیان فرمائی لیکن "مسلمین" کے لفظ میں اور وہ سند درج ذیل ہے۔

اس سند کو امام ابوبکر محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیع نے اپنی کتاب "الغرر من الاخبار" میں ذکر کیا، فرماتے ہیں،

"ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن داؤد بن عیسٰی المروزی ابویعقوب الشعرانی نے انہیں حدیث بیان کی سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی نے انہیں عثمان بن فائد نے انہوں نے حضرت یحیی بن طلحہ بن عبیداللہ سے وہ حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے وہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ربیعہ اور حضرت مضر رضی اللہ عنہما کو برا مت کہو کہ بلاشبہ وہ مسلمان تھے"، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال: حدثنا اسحاق بن داؤد بن عیسی المروزی ابو یعقوب الشعرانی قال حدثنا سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی قال حدثنا عثمان بن فائد عن یحیی بن طلحة بن عبید الله عن اسمٰعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنهما عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: لا تسبوا ربیعة ولا مضر فانهما کانا مسلمین۔ (ص ۳۷)

سندِ حدیث پر بحث

نمبر ۱: امام ابوبکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقہ بن زیاد الضبی، المعروف بوکیع "صاحب غرر من الاخبار"، فقیہ، قاری قرآن، نحوی، مؤرخ اور اصحابِ سیر میں سے تھے، شاعر بھی تھے اور اھواز کے قاضی تھے، ان کی وفات بغداد شریف میں ربیع الاول ۳۰۶ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۹ ص ۲۸۴)

لسان المیزان میں ہے:

کان عالمًا فاضلًا نبیلًا فصیحا من اهل القرآن والفقه والنحو، (الی ان قال) حسن الاخبار عارفًا بایام الناس۔

(ج ۵ ص ۱۵۶ و ص ۱۵۷)

یعنی امام ابوبکر وکیع عالم، فاضل، فصیح و بلیغ، قاری قرآن، فقیہ، نحوی، مؤرخ و عظیم محدث تھے۔

نمبر ۲: امام اسحٰق بن داؤد بن عیسٰی المروزی ابویعقوب الشعرانی ان کا ترجمہ راقم کو کتب اسماء الرجال میں نہیں مل سکا۔

نمبر ۳: امام ابوایوب سلیمان بن عبدالرحمٰن بن عیسٰی بن میمون التیمی الدمشقی ابن بنت

شرحبیل بن مسلم الخولانی یہ امام بخاری و امام ابو داؤد کے شیخ ہیں۔ امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ ثقہ اور اہلِ دمشق کے فقیہ تھے ان کی پیدائش ۱۵۲ھ یا ۱۵۲ھ میں ہوئی اور ان کی وفات ۲۳۲ھ یا ۲۳۳ھ میں ہوئی،

(تہذیب التہذیب ج ۴ صـ ۲۰۸)

نمبر۴: حضرت ابو لبابہ عثمان بن فائد القرشی البصری یہ بھی ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۴۸)

نمبر۵: یحیی بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی المدنی، یہ تابعی ہیں ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ صـ ۲۳۳)

نمبر۶: اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص الزہری المدنی جلیل القدر تابعی، ثقہ رجال صحیح میں سے ہیں، ان کی پیدائش ۶۰ھ کے بعد ہوئی اور وفات ۱۳۴ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ صـ ۳۲۹)

نمبر۷: اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما صحابی ہیں، ان کے ثقہ و عادل ہونے میں کوئی کلام نہیں، یہ حدیث لائق حجت ہے:

اور امام ابن سعد نے طبقات میں بسند خالد بن خداش وہ حضرت عبد اللہ بن وہب سے وہ سعید بن ابی ابو ایوب سے وہ حضرت عبد اللہ بن خالد سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا تسبوا مضر فانہ کان قد اسلم"

سندِ حدیث ۲

نمبر۱: خالد بن خداش بن عجلان الازدی المہلبی ابو الہیثم البصری البغدادی، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے احادیث روایت کی ہیں، اور یہ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابو حاتم، امام ابو زرعہ، امام الفقہاء والمحدثین احمد بن حنبل وغیرہم اجلہ محدثین کے بھی شیخ ہیں، یہ رجال صحیح میں سے ہیں، ان کی وفات ۲۲۳ھ یا ۲۲۴ھ میں ہوئی"

(تہذیب التہذیب ج ۳ صـ ۸۵)

نمبر۲: امام ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم القرشی، الفقیہ، یہ امام سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے تلمیذ اور امام علی بن المدینی، محمد بن سلمہ المرادی وغیرہما اکابر محدثین کے شیخ ہیں، یہ بھی رجالِ صحیح میں سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ صـ ۷۲)

نمبر۳: سعید بن ابی ایوب، ان کا نام مقلاص الخزاعی ابو یحیی المصری، یہ کعب بن علقمہ، عقیل بن خالد، شرحبیل بن شریک کے شاگرد اور امام ابن جریج، امام ابن المبارک وغیرہ ائمہ محدثین کے شیخ ہیں، ان کی پیدائش ۱۰۰ھ اور وفات ۱۴۹ھ یا ۱۶۱ھ۔ اور یہ بھی ثقہ، فقیہ تھے، رجال صحیح سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ صـ ۷، صـ ۸)

نمبر۴: عبد اللہ بن خالد رضی اللہ عنہ یہ تابعی ہیں، بعض اصحاب جرح والتعدیل نے انہیں ضعیف کہا۔

یہ حدیث بھی لائق حجت ہے، اور امام دیار بکری نے ایک اور حدیث روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا اختلف الناس فالحق مع مضر"

"یعنی جب لوگ اختلاف کریں (مذہب عقائد میں کئی فرقے ہو جائیں) تو حضرت مضر کے ساتھ لاحق ہو جانا (یعنی توحید ابراہیم علیہ السلام پر رہنا جیسا کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ دین ابراہیمی پر تھے۔"

(تاریخ خمیس ج ۱ صـ ۱۴۹)

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ مومن، متقی، اور دین ابراہیمی علیہ السلام پر تھے، حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے تین بھائی اور تھے ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ایاد (۲) ربیعہ (۳) انمار،

ان سب کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان اور بعض کے نزدیک حضرت سودہ صرف حضرت مضر کی والدہ ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تین کی والدہ کا نام شقیقہ بنت عک بن عدنان، یہ حضرت سودہ کی بہن ہیں،

تاریخ خمیس میں ہے:

ولد نزار بن معد اربعة بنين مضر، وربيعة وانما

و ایاد (الی ان قال) وامهم سودة بنت عك بن عدنان وقيل هي ام مضر خاصة وام اخوته الثلاثة اختها شقيقة بنت عك بن عدنان (ج ۱ ص۲۰)

لیکن امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ وایاد کی والدہ سودہ بنت عک بن عدنان اور ربیعہ وانمار کی والدہ کا نام جدالہ بنت وعلان بن جوشم بن جُلہمہ بن عمرو قبیلہ بنی جرہم سے تھیں، چنانچہ لکھتے ہیں :

وامه سودة بنت عك واخوه لابيه وامه اياد ولهما اخوان من ابيهما من غير امهما وهما ربيعة وانمار امهما جلالة بنت وعلان بن جوشم بن جلهمة بن عمرو من جرهم (تاریخ طبری ج ۲ ص۱۸۹)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کی قبر انور مقام روحاء میں ہے اور لوگ اسکی زیارت کو جاتے ہیں۔ چنانچہ امام حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں، :

"وعن ابی عبید البکری ان قبر مضر بالروحاء یزار"

اور مقام روحاء مدینہ شریف سے تقریبًا دو راتوں کا سفر ہے، امام حلبی فرماتے ہیں:

"والروحاء علی لیلتین من المدینة"

(سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص۱۷)

اور علامہ زینی دحلان فرماتے ہیں :

قیل ان قبر مضر بالروحاء (سیرت نبویہ ج ۱ ص۱۱)

امام ابوعبید البکری کا تعارف

امام ابوعبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد بن ایوب ابن عمرو البکری۔ لغوی۔ مؤرخ، علم نسب کے ماہر، جغرافیہ کے ماہر، ماہِ شوال قرطبہ کے شہر ۴۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۷ھ میں وفات پائی اور مقبرۂ ام سلمہ میں مدفون ہوئے۔

(معجم المؤلفین ج ۶ ص۷۵)

امام جلال الدین سیوطیؒ نے ان کا نام "عبداللہ بن عبدالعزیز بن ابی مصعب الاندلسی ابوعبید البکری" ذکر کیا ہے، پھر لکھتے ہیں :

کان اماما لغویا، اخباریًّا، مقتنا،

انہوں نے ایک کتاب لکھی اور اسمیں اعلام نبوۃ جمع فرمائے، علماء کے نزدیک انکی وہ کتاب بہت معتبر ہے اسی سے علماء استفادہ کرتے ہیں، ان کا انتقال بھی ماہِ شوال میں ہوا (بغیۃ الوعاۃ ص۲۸۵)

سیرت حلبیہ میں ابوعبیدہ لکھا ہے اور صحیح ابوعبید ہے، حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "جو شخص نیکی اور بھلائی کرے گا تو اسکو وہ مقام و مرتبہ نصیب ہوگا کہ لوگ اسکے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اس پر رشک کریں گے، اور جو برائی کرے گا اُسے شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

امام علی بن برہان الدین "انسان العیون" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے :

من يزرع خيرا يحصد غبطة ومن يزرع شرا يحصد ندامة۔ (ج ۱ ص۱۷)

اور اسی طرح تاریخ خمیس میں ہے: (ج ۱ ص۱۲۹)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت نزار رضی اللہ عنہ، کنیت ابوایاد، یا ابوربیعہ ہے، (تاریخ طبری ج ۲ ص۱۹۰)

نزار نزر (نون کی زیر کے ساتھ) سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی ہے، "قلیل" تھوڑا

کتب سیرت میں ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرۂ انور میں دو آنکھوں کے درمیان نورِ مصطفےٰ چمکتا تھا، جب ان کے والد نے حضرت نزار کے چہرہ انور میں نورِ مصطفےٰ چمکتا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کئی اونٹ ذبح کئے اور کھانا پکایا اور بہت بڑی قربانی فرمائی، پھر انہوں نے فرمایا یہ سب کچھ یہ معمولی سی قربانی یہ اس بچے کے حق میں نزر ہے، اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھ دیا گیا، اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ عقلمند اور دانا تھے، چنانچہ علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں لکھتے ہیں :

وان نزارا لما ولد نظر ابوه الى نور النبي صلى الله عليه وسلم بين عينيه ففرح فرحا شديدا ونحر واطعم وقال

ان هذا کله نزر ای قلیل بحق هذا المولود فسمی نزارا بذلک وکان اجمل اهل زمانه واکبرهم عقلاً۔ (ج ۱ صفحہ ۱۰ علی هامش الحلبیہ)

اور امام دیار بکری لکھتے ہیں:

وانما سمی نزار ابکسر النون من النزر وهو القلیل لان معدًّا نظر الی نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجهه فقرب له قربانا عظیما وقال لقد استقللت لک هذا القربان وانه نزر قلیل فسمی نزارا وخرج اجمل اهل زمانه واکثرهم عقلا "

(تاریخ خمیس ج ۱ صفحہ ۱۴۸)

ایک سؤال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے مومن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور ان کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ کس دین پر تھے؟

چنانچہ امام دیار بکری فرماتے ہیں:

واما نزار بن معد فلم تدر ملة (تاریخ خمیس ج ۱ صفحہ ۱۴۵)

لہٰذا ان کے متعلق یہ حکم لگانا کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور مومن صالح تھے، درست نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کے ایمان کی صراحت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسکو کافر ومشرک نہیں کہا جائے گا جیسا کہ پہلے ہم پوری تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ خصوصًا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ شک کرنا کہ وہ مومن تھے یا نہیں، ایمان کی خرابی کی دلیل ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام میں کوئی ایک بھی کافر تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام وامہات مومنین ومومنات تھے آپ کے نسب مبارک کے طیب وطاہر ہونے میں کوئی شک نہیں، امام جلال الملة والدین السیوطی اپنی کتاب

"المقامة السندسیہ فی النسبة المصطفویة" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"خیر الخلیقة اماوابا۔ وازکاهم حسبا ونسبا، خلق اللہ لاجله الکونین، واقربه من کل مؤمن بعینین،"

یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کے اعتبار سے پوری مخلوق سے بہتر ہیں اور حسب ونسب کے لحاظ سے پوری خلق سے زیادہ پاک، اللہ تعالیٰ نے انہیں کے لئے کونین کو پیدا فرمایا، اور انہیں دنیا میں مبعوث فرما کر ہر مومن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی بلکہ خود آقاء دوجہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"انا انفسکم نسبا" میں تم سب میں اپنے نسب کے لحاظ سے نفیس ترین (ازکا وافضل ماعلےٰ طیب وطاہر) ہوں،

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الشافعی الغزالی حکیم متکلم، فقیہ، اصولی، صوفی۔ ان کی پیدائش طوس کے قصبہ طابران ۴۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۱۱ صفحہ ۲۶۶)

امام یافعی "مرآۃ الجنان" میں لکھتے ہیں کہ امام عارف باللہ محمد بن اسماعیل الحضرمی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ امام غزالی کی کتابیں پڑھنا جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: محمد بن عبداللہ سید الانبیاء، ومحمد بن ادریس سید الائمہ ومحمد بن محمد بن محمد الغزالی سید المصنفین (ج ۳ صفحہ ۱۹۰)

امام غزالی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اعلام کا فرمان ہے: حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں ہر فرد کا طیب وطاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

چنانچہ امام سیوطی لکھتے ہیں:

ومن خصائصه فیما ذکره الغزالی وغیره ان اللہ ملّکه الجنة، واذن له ان یقطع منها من یشاء مایشاء واعظم بذلک منة، وخصه بطهارة النسب تعظیمًا لشأنه، وحفظ آبائه من الدنس تتمیما لبرهانه، وجعل کل اصل من اصوله خیر اهل زمانه"

(المقامة السندسیة صفحہ ۲)

لہٰذا حضرت نزار رضی اللہ عنہ بھی مومن و صالح اور دینِ ابراہیمی پر تھے، اور سب سے پہلے عربی انہوں نے لکھی، اور حضرت نزار رضی اللہ عنہ میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے ساتھ مل جاتا ہے اور ان سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک اور امام احمد بن حنبل کا نسب مبارک ایک ہی ہے۔ "انسان العیون" میں ہے:

هو اول من كتب الكتاب العربي على الصحيح والامام احمد بن حنبل رضي الله عنه يجتمع معه صلى الله عليه وسلم في هذا الجد الذي هو نزار (ج ۱ ص۱۷)

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی قبر اور ان کے بیٹے حضرت ربیعہ کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ذات الجیش مقام پر ہے۔

امام دیار بکری لکھتے ہیں:

ان قبر نزار بن معد وقبر ابنه ربيعة بن نزار بذات الجيش قرب المدينة

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص۱۴۹)

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام معانہ بنت جرشم (قال ابن حبان: جوشم) بن جُلہمۃ بن عمرو (و ذکر ابن حبان فی سیرتہ ص۴۹) بن حلیمہ بن حرمیۃ: حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے تقریباً چودہ بھائی تھے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) قنص (۲) قناصۃ (۳) سنام (۴) حیدان (۵) حیادہ
(۶) جنید (۷) جنادہ (۸) قحم (۹) عبید الرماح (۱۰) عُرف
(۱۱) عوف (۱۲) شک (۱۳) قضاعۃ (السہیلی فی الروض ج ۱ ص۱۵)
(۱۴) سلہم (طبری ج ۲ ص۱۹۰)

اور امام سُہیلی نے ایک اور کا نام بھی ذکر کیا ہے وہ (۱۵) اود ہے،
امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت نزار کے اور بھائی بھی ہیں، لیکن ان کے نام ذکر نہیں فرمائے۔

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت مَعَد رضی اللہ عنہ ہے، حضرت معد رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا، اس کا نام عک بن عدنان ہے، اور بعض مؤرخین و اہل سیر نے حضرت معد کے چند اور بھائی بھی ذکر کئے ہیں۔ امام ابن کثیر سیرت نبویہ میں فرماتے ہیں کہ امام سہیلی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کے اور بھائی بھی ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حارث (۲) مذھب (۳) ضحاک (۴) عدن (وہ عدن شہر کے بانی ہیں) (۵) اَبیَن (سیرت نبویہ ج ۱ ص۸۲)

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت معد کے بھائی کا نام دیث ہے اور بعض نے کہا کہ دیث اور عک ایک ہی شخص کا نام ہے اور بعض نے اور بھی ذکر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) ابیّ بن عدنان (۲) وادّ بن عدنان (۳) عمیّ بن عدنان
(ج ۲ ص۱۹۱)

اس طرح حضرت معد کے نو (۹) بھائی ہوتے ہیں، اور حضرت معد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام مَہدَد بنت اللَّہُم، اور وہ اَللَّہم بن جَلحَبُ بن جدیس، اور بعض کے نزدیک ابن طسم اور بعض نے کہا، ابن الطوسم اور طوسم، یقشان بن ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص۱۹۱)

اور ابن حبان نے حضرت معد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام، مَہْدَدَہ بنت جَلْجَب بن جَدیس ذکر کیا ہے (السیرت النبویہ ص۴۹)

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس دَور میں تھے؟

اسمیں مؤرخین و اہلِ سیر کی کتابوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے، ہم اس اختلاف کو پوری تفصیل سے لکھتے ہیں، اور اسکے بعد یہ واضح کریں گے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کس دور میں تھے تاکہ قارئین کو کتبِ تاریخ و سیر پڑھکر اسکے متعلق اضطراب نہ ہو۔ "انسان العیون" میں امام ابن برہان حلبی لکھتے ہیں،

وكان عدنان في زمن عيسى عليه السلام (ج ۱ ص۱۸)

حضرت معد کے والد حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے" اور یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباءِ کرام میں سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت لؤی رضی اللہ عنہ تھے،

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں :

"حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال اخبرنا ہشام عن ابیہ عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان بین میلاد عیسیٰ والنبی خمس مائۃ وتسع وستون سنۃ"

"مجھے حدیث بیان کی حارث نے انہیں محمد بن سعد نے اور انہیں خبر دی ہشام نے اپنے باپ سے وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے درمیان پانچ سو انہتر (۵۶۹) سال ہیں۔"

اس قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پانچ صد چھبیس برس چھ ماہ (۵۲۶) قبل اٹھائے گئے، اور بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ صد اکاون (۵۵۱) برس ہیں،

"تاریخ الامم والملوک" میں ہے :

"قال بعضھم من مولد عیسیٰ الی مبعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائۃ سنۃ واحدی وخمسین سنۃ۔ (ج ۲ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲)

اس قول کے مطابق حضرت کعب بن لوی کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نو (۹) برس پہلے ہوئی۔

اور ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت کعب کی وفات نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پانچ صد ساٹھ سال قبل ہوئی، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق حضرت کعب کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے انچاس برس (۴۹) بعد ہوئی، لہٰذا کعب بن لوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عدنان کے درمیان تقریباً بارہ آباء ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہو، لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ

میں تھے، چنانچہ امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں :

"ان اہل حضور لما قتلوا شعیب بن ذی مھدم الحضوری بعث اللہ علیھم بخت نصر عذابا فخرج ارمیاء وبرخیا محملا معدا فلما سکنت الحرب ردّاہ الی مکۃ۔"
(تاریخ الامم والملوک ج ۲ صفحہ ۱۹۱)

بلاشبہ جب اہل حضور نے حضرت شعیب بن ذی مہدم نبی اللہ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیا علیہما السلام حضرت معد کو لیکر وہاں سے چلے گئے پس جب جنگ ختم ہو گئی تو انکو واپس مکہ شریف پہنچا دیا۔"

حضور

حضور یمن کا ایک شہر ہے اور یہ حضور بن عدی ابن مالک بن زید بن سدد بن حمیر بن سبا کے نام سے مشہور ہے۔

معجم البلدان میں ہے :

حضور : بالفتح ثم الضم : بلدۃ بالیمن من اعمال زبید، سمیت بحضور بن عدی ابن مالك بن زید بن سدد بن حمیر بن سبأ (ج ۲ صفحہ ۲۷۲)

اہل حضور عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمائے، ان کا اسم گرامی حضرت شعیب علیہ السلام ہے اور انہوں نے اس نبی کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب بھیجا اور ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا اور اسکے ذریعہ اہل حضور کو تباہ و برباد فرمایا: ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے :

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ، فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ، لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ،

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ظالم تھیں اور ان کے بعد اور قوم پیدا کی، تو جب انہوں نے ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے، نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شاید تم سے پوچھا

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ (الانبیاء، آیۃ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵)

جائے، بولے ہائے خرابی ہماری، بلاشبہ ہم ظالم تھے۔ تو وہ یہی پکارتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں کر دیا کاٹے ہوئے، بجھے ہوئے۔

تفسیر آیاتِ مبارکہ

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی کہ پچھلی آیتوں میں جن مسرفین کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے وہ کون تھے اور ان کے عادات و اطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے تاکہ مشرکوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی انہی مشرکوں کی طرح کافر و بدکار تھے اور مشرکین یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ان مشرکوں پر بھی ویسا ہی عذاب آنا ہے لہٰذا یہ اللہ سے ڈریں اور کفر و شرک سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں، چنانچہ ارشاد ہوا: ہم نے بہت سے شہر اور آبادیوں کو ہلاک برباد کر دیا کہ ان کے رہنے والے بڑے ظالم اور بدکار تھے اور ہم نے ان کی جگہ دوسری نئی قومیں آباد کر دیں، چنانچہ جب اس تباہ ہونے والی قوم نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو محسوس کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کو جو علامات بتائیں، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے تو وہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑیاں مار کر اپنے شہر و دیار و مساکن اور سامان عیش سب کچھ چھوڑ کر بھاگے، تو ان کو عذاب کے فرشتوں نے طنزاً کہا بھاگتے کیوں ہو مت بھاگو تم اپنے مساکن اور باغات و نعمتوں کی طرف واپس لوٹ آؤ جہاں تمہارے فرزند، تمہاری بیویاں، اور محبوب عورتیں ہیں، جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تاکہ تم ان تمام چیزوں کو حسرت کی آنکھوں سے دیکھو اور اسی حال کی دنیا میں ہلاک ہو جاؤ، تو وہ ایسی حالت میں پکارتے رہے کہ ہائے افسوس ہم تو بڑے ظالم تھے۔ لیکن اب ان کا یہ کہنا اور پکارنا بیکار تھا، آخر وہ یہی پکارتے پکارتے تباہ و برباد ہو گئے، اور ہم نے ان کو ایسا نیست و نابود کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی یا انہیں بجھا دیا، یعنی ہم نے انہیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرزمین یمن میں حَضُوْر نام کی ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والے عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے قوم حمیر میں ایک نبی مبعوث فرمائے ان کا نام حضرت شعیب

لاٹھی مار کر انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط فرما دیا اس نے اہل حضور کو قتل کیا اور گرفتار کیا حتیٰ کہ ان کا کوئی آدمی باقی نہ رہا اور ان کے اسباب عیش سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا، امام طبری رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ بھی اسی بستی میں رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کرنا چاہا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہما السلام ان کو ساتھ لیکر وہاں سے چلے گئے اور جنگ ختم ہونے کے بعد ان کو مکہ شریف پہنچا دیا،

حضرت شعیب علیہ السلام

شعیب دو انبیاء کا نام ہے ایک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسر تھے، ان کی صاحبزادی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا سے موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث فرمایا، ان کا لقب خطیب الانبیاء ہے: امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بھی حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو ان کو خطیب الانبیاء کہتے تھے۔ ان کے نسب میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کا نسب یوں ہے:

شعیب بن توبہ بن ابراہیم، امام ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم، اور بعض کے نزدیک، شعیب ابن بثرون بن نوس بن مدین بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے (طبری ج ۲ ص ۲۸۳)

امام طبری نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے:

شعیب بن صیفون بن عنقا بن ثابت بن مدین ابراہیم، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بشر ذوالکفل بن ایوب علیہما السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے نواسہ ہیں،

"تاریخ الامم والملوک" میں ہے:

وان اللہ عزّ وجل بعث بعدہ (بعد بشر بن ایوب ذی الکفل) شعیب بن صیفون بن عنقاء بن ثابت بن مدین بن ابراھیم الی اھل مدین، (الی ان قال) جدة شعیب ابنة لوط (ج ١ ص١٦٧)

اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ھاران (کمافی تاریخ الانبیاء ص١٢) یا ھاردن (کمافی المظہری ج ٣ ص٣٨) بن تارخ کے بیٹے ہیں۔ یعنی حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے قوم سدوم کی طرف مبعوث فرمایا، اور وہ سب سے پہلے حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ عنکبوت میں فرمایا ہے:

تاریخ خمیس میں ہے:

وآمن لہ لوط وقیل ھو اوّل من صدقہ وکان ابن اخیہ ھاران وھو لوط بن ھاران بن تارخ وھاران ھو اخو ابراھیم (ج ١ ص٨٥)

اور بعض نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت سارۃ بنت ھاران حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ایمان لائیں اور وہ ھاران حضرت ابراھیم کے بھائی نہیں بلکہ وہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں، اور اہل حضور کی طرف جو نبی مبعوث ہوئے وہ حضرت شعیب صاحب مدین نہیں بلکہ وہ شعیب بن ذی مہدم ہیں اور ان کی قبر یمن کے پہاڑ ضنن کے قریب ہے۔

امام محب الدین ابو الفیض السید محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضیٰ الحسینی الوسطی الزبیدی الحنفی، لغوی، نحوی، محدث، اصولی، ادیب، ناظم، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، ھند کے شہر بلگرام ١١٤٥ھ میں پیدا ہوئے، اور ماہ شعبان، مصر میں ١٢٠٥ھ کو طاعون کی مرض کی وجہ سے وفات پائی (معجم المؤلفین ج ١١ ص٢٨٢)

اپنی کتاب "تاج العروس من جواہر القاموس" میں فرماتے ہیں:

ان اھل حضور قتلوا شعیب بن ذی مھدم نبیا ارسل الیھم وقبرہ بضنن جبل بالیمن. ولیس ھو شعیبا الاوّل صاحب مدین وھو ابن صیفی ویقال فیہ ابن صیفون (ج ٣ ص١٢٨)

(اور اسی طرح "الروض الانف" ج ١ ص٩ پر ہے)

اور یہ حمیر بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی قوم سے تھے (روح المعانی)

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح، الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی مفسر، عابد، زاہد متوفی ٩ شوال پیر کی رات ٦٧١ھ اپنی کتاب "الجامع لاحکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

وکان بعث الیھم نبی اسمہ شعیب بن ذی مھدم وقبر شعیب ھذا بالیمن یقال لہ ضنن کثیر الثلج، ولیس بشعیب صاحب مدین؛ لانّ قصة حضور قبل مدة عیسیٰ علیہ السلام، وبعد مئین من السنین من مدة سلیمان علیہ السلام وانّھم قتلوا نبیھم وقتل اصحاب الرس فی ذلک التاریخ نبیاً لھم اسمہ حنظلة بن صفوان، وکانت حضور بارض الحجاز من ناحیة الشام، فاوحی اللہ تعالیٰ الی ارمیاء علیہ السلام ان احمل معد بن عدنان علی البراق الی ارض العراق کیلا تصیبہ النقمة والبلاء معھم؛ فانّی مستخرج من صلبہ نبیاً فی آخر الزمان اسمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فحمل معد وھو ابن اثنتی عشرة سنة فکان مع بنی اسرائیل الی ان کبر وتزوّج امرأة اسمھا معانة (ج ١١ ص٢٦٩)

یعنی اہل حضور کی طرف ایک نبی مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن ذی مہدم تھا اور ان کی قبر شریف ضنن پہاڑ (جس پر بہت برف پڑتی ہے جو یمن میں ہے) پر واقع ہے، اور وہ شعیب علیہ السلام صاحبِ مدین نہیں کیونکہ اہل حضور کا قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور کے دو صد برس بعد ہوا اور بلا شبہ انہوں نے اپنے نبی کو شہید کر دیا اور اسی تاریخ میں اصحاب الرس نے اپنے نبی حضرت حنظلۃ بن صفوان علیہ السلام کو شہید کیا اور حضور شام کے کنارے سرزمین حجاز میں ایک بستی تھی، تو اللہ تعالےٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ حضرت معد بن عدنان کو براق

پر سوار کر کے سرزمین عراق لے جاؤ تاکہ اہلِ حضور کے ساتھ ان کو تکلیف و آزمائش نہ پہنچے پس بے شک ہیں ان کی پشت مبارک سے نبی آخر الزمان جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ان کو پیدا فرمانے والا ہوں۔ تو حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت معد کو لیکر عراق چلے گئے اور وہ (معد رضی اللہ عنہ) اس وقت بارہ سال کے تھے، پس وہ (معد) جوان ہونے تک بنی اسرائیل کے ساتھ رہے اور انہوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام معانہ تھا۔ امام قرطبی کی اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ اہلِ حضور کے ساتھ رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی کو ان پر مسلط فرمایا تو اس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام بحکمِ الٰہی ان کو ساتھ لیکر عراق چلے گئے۔

(روح البیان ج ۶ صہ ۴۵۹)

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نبی تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور وہ خالد بن سنان کے ایک سو سال بعد مبعوث ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب الرس کی طرف مبعوث فرمایا، اور اصحاب الرس نے ان کی تکذیب کی اور انہیں شہید کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

اصحاب الرس

تاریخِ خمیس میں ہے کہ اصحاب الرس، ایک قوم تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے عنقاء پرندے کے ذریعہ آزمایا، وہ ایک نہایت خوبصورت پرندہ تھا اسکی گردن بہت ہی لمبی تھی اور اسکے اندر تمام رنگ تھے اور وہ ایک پہاڑ پر رہتا تھا اس پہاڑ کا نام فتح یا دمخ تھا۔ اسکی گردن لمبی ہونے کی وجہ سے اُسے عنقاء کہتے تھے، اور جب وہ بیٹھتا تو آسمان کی جانب ایک میل تک اونچا ہوتا، وہ پرندہ اصحاب الرس کی قوم کے بچوں کو اُچک لیتا تھا اور

انسانوں کو شکار کرتا تھا، تو اصحاب الرس نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو حضرت حنظلہ نے دُعا فرمائی ان کی دُعا سے وہ پرندہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔

(تاریخ خمیس ج ۱ صہ ۲۰۰)

اور بعض کے نزدیک یہ شعیب علیہ السلام جو اہلِ حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن عیفی یا شعیب بن ضیفون ہے۔ چنانچہ امام شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی مؤرخ، ادیب، شاعر، لغوی، نحوی۔ ان کی پیدائش ۵۷۴ھ روم میں ہوئی اور وفات ۶۲۶ھ ۲۰ رمضان المبارک حلب شہر کے قریب خان کے مقام پر ہوئی، اور اپنی کتاب "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں۔

وذلك لقتلهم شعيب ابن عيفي ويقال ابن ضيفون (ج ۲ صہ ۲۷۲)

اور یہ درست نہیں ہے۔

اور امام اسمٰعیل حقی بن مصطفٰی ابو الفدا الاستنبولی، الآیدوسی، البروسوی، ان کی ولادت ۱۰۶۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۲ صہ ۲۶۶)

"روح البیان" میں لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ جو نبی اہلِ حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام موسیٰ بن میشا ہے، (ج ۶ صہ ۴۵۹)

اور اسی طرح روح المعانی میں ہے:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقریباً آٹھ سو انتالیس (۸۳۹) سال کا فاصلہ ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لیکر حضرت داؤد علیہ السلام کی ولادت تک ایک سو اناسی برس کا عرصہ ہے اور داؤد علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک ایک ہزار ترپن (۱۰۵۳) برس کا عرصہ ہے، چنانچہ امام طبری علیہ الرحمۃ بطریق ہشام بن محمد الکلبی وہ اپنے باپ محمد الکلبی سے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

من موسى الى داؤد مائة سنة وتسع وسبعون سنة ومن داؤد الى عيسى الف سنة وثلاث وخمسون سنة (تاریخ الامم والملوک ج ۲ صہ ۱۰۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن برس (۵۳) تھی۔

تاریخِ طبری میں ہے:

وکان جمیع عمر سلیمان بن داؤد فیما ذکر نیفا وخمسین سنة (ج ۱ ص۲۲۲)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر تیرہ (۱۳) برس تھی اور چالیس سال وہ بادشاہ رہے۔

تاریخِ خمیس میں ہے،

ان سلیمان کان عمرہ ثلاثا وخمسین سنة ومدة ملکه اربعون سنة (الی ان قال) وملك بعد وفاة ابیه داؤد وھوابن ثلاث عشرة سنة (ج ۱ ص۲۵۲)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اصحاب حضور کا واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے چھ سو انتالیس (۶۳۹) برس قبل ہوا، اور امام علی بن برہان الحلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں:

ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب: امر اللہ تعالیٰ ارمیاء ان یحمل معه معد بن عدنان، علی البراق کیلا تصیبه النقمة وقال فانی ساخرج من، صلبه نبیا کریما اختم به الرسل ففعل ارمیاء، ذلك واحتمله معه الی ارض الشام فنشأ مع بنی اسرائیل، ثم عاد بعد ان ھدأت الفتن ای بموت بخت نصر"

اور جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو عرب پر مسلط فرمایا تو ارمیاء علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ انہیں تکلیف نہ پہنچے اور فرمایا میں ان کی پشت سے نبی کریم ختم المرسلین کو مبعوث کروں گا تو ارمیاء علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور انہیں اپنے ساتھ سرزمین شام لے گئے تو حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ وہاں بنی اسرائیل کے ہمراہ رہے، پھر بخت نصر بابلی کی موت کے بعد واپس تشریف لائے۔

(انسان العیون فی سیرت الامین والمامون ج ۱ ص۱۷، ص۱۸)

ان دونوں روایات (امام قرطبی اور امام حلبی کی روایات) میں اختلاف ہے، امام قرطبی کی روایت میں عراق جانے کا اور حلبی کی روایت میں شام جانے کا ذکر ہے۔

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت شعیار بن امصیار علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرما دیا، اور حضرت شعیار بن امصیار علیہ السلام، حضرت زکریا، یحیی، عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے تھے، اور حضرت شعیار علیہ السلام بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰ و نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سناتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور حضرت شعیار علیہ السلام صدقیقہ (بادشاہ بنی اسرائیل) کے دور میں تھے ان کے شہید ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

(مظہری ج ۵ ص۲۰۵ تا ص۲۱۰) (احکام القرآن للقرطبی ج ۱۰ ص۲۱۵)

(تاریخ طبری ج ۱ ص۲۷۸)

اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت یحیی بن زکریا علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرما دیا، اور یہ بالکل غلط ہے، چنانچہ تاریخ الخمیس، تفسیر مظہری، احکام القرآن للقرطبی میں ہے:

من روی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلھم یحیی بن زکریا غلط عند اھل السیر والاخبار بل ھم مجمعون علی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلھم شعیاء فی عھد ارمیاء (ج ۱ ص۱۴۳)

(قرطبی ج ۱۰ ص۲۱۷ ومظھری ج ۵ ص۲۱۰)

حضرت ارمیاء و برخیا علیہما السلام

حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

"ارمیاء بن حلقیا من سبط لاوی بن یعقوب علیہ السلام"۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کا نام بھی ارمیاء ہے، اسلیے بعض نے کہا کہ یہی خضر ہیں اور یہ صحیح نہیں، امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

وقد قیل انه الخضر : رواه الضحاك عن ابن عباس رضی الله عنهما وهو غریب لیس بصحیح (البدایة والنهایة ج ۲ ص ۳۳)

اور برخیاء دو شخصوں کا نام ہے، ایک حضرت برخیا حضرت زکریا علیہ السلام کے والد ہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے حضرت زکریا علیہ السلام کا نسب اس طرح ذکر کیا ہے:

"زکریا بن برخیا اور بعض نے زکریا بن دان اور بعض نے زکریا بن لدن بن مُسلم بن صدوق بن حشیان بن داؤد بن سلیمان بن مُسلم بن صُدیقہ بن برخیا (یہ دوسرے ہیں) بن بلعاطہ بن ناحور بن شلوم بن بہفاشاط بن اینامن بن رحعام بن سلیمان بن داؤد" (البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۳۲)

اور حضرت ارمیا بن حلقیا علیہ السلام اور حضرت برخیا علیہ السلام ایک ہی زمانہ میں تھے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ حضرت برخیا جو ارمیاء کے دور میں تھے وہ کون سے ہیں۔ امام ابوجعفر طبری ارشاد فرماتے ہیں، کہ

ان الله تعالیٰ اوحی الی ارمیاء وبرخیا ان الله قد انذر قومکما فلم ینتهوا (الی ان قال) وقد سلطت بخت نصر علیهم لانتقم منهم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولده محمد صلی الله علیه وآله وسلم الذی اخرجه فی آخر الزمان اختم به النبوة وارفع به من الضعة فخرجا

اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیاء علیہما السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے تمہاری قوم کو عذاب (جہنم سے) ڈرایا تو وہ باز نہیں آتے، اور بلاشبہ میں نے ان سے انتقام لینے کے لئے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا ہے پس تمہیں لازم ہے کہ معد بن عدنان کو جنکی اولاد سے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جنکو آخر زمانہ میں مبعوث کروں گا اور ان پر نبوت ختم کروں گا، اور انکی وجہ سے خوف زدہ لوگوں کے خوف کو

تطوی لهما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقاهما، فطویاه الی معد ولمعد یومئذ اثنتا عشرة سنة فحمله برخیا علی البراق وردف خلفه فانتهیا الی حران من ساعتهما وطویت الارض لارمیاء فاصبح بحران (الی ان قال) فلما مات بخت نصر خرج معد بن عدنان معه الانبیاء، انبیاء بنی اسرائیل صلوات الله علیهم حتی اتی مکة فاقام اعلامها فحج وحج معه الانبیاء ثم خرج معد حتی اتی ریسوب فاستخرج اهلها وسأل عمن بقی من ولد الحارث بن مضاض الجرهمی (الی ان قال) فقیل له بقی جرشم بن جلهمة فتزوج معد ابنته معانة فولدت له نزار بن معد"

دور کر دوں گا (لہٰذا تم معد بن عدنان کو وہاں سے لے جاؤ) پس وہ دونوں (ارمیاء و برخیا علیہم السلام) نکلے ان کے لئے زمین سمٹ گئی حتی کہ وہ بخت نصر سے پہلے پہنچ کر عدنان رضی اللہ عنہ کو ملے اور معد کے پاس لے گئے اور اس وقت ان کی (معد کی) عمر بارہ برس تھی تو حضرت برخیاء علیہ السلام نے انہیں گھوڑے پر بٹھایا اور خود ان کے پیچھے بیٹھے اور شہر حرّان میں آ پہنچے اور حضرت ارمیاء علیہ السلام کے لئے زمین سمٹ گئی تو انہوں نے حرّان میں صبح کی پس جب بخت نصر فوت ہوا تو حضرت معد بن عدنان انبیاء بنی اسرائیل کے ہمراہ مکہ تشریف لائے اور فریضۂ حج ادا کیا اور ان انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ان کے ساتھ حج کیا پھر حضرت معد بن عدنان ریسوب میں تشریف لائے اور اہل ریسوب سے حارث بن مضاض جرہمی کی بقیہ اولاد کے متعلق پوچھا تو آپکو بتایا گیا کہ ان کی اولاد سے جرشم بن جلہمہ باقی بچے ہیں پھر حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ نے جرشم کی بیٹی معانہ سے نکاح کیا تو ان کے بطن سے نزار بن معد پیدا ہوئے،

از (تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۲۹۲، ص ۲۹۳)

حرّان اور ریسوب یہ دو شہروں کے نام ہیں، ان کی تفصیل ہم ذکر کرتے ہیں:

حُرّان

یہ موصل، شام، روم کے راستہ پر واقع جزیرہ اقور کا ایک بہت

بڑا شہر ہے، اس کا اصل نام ھاران ہے کیونکہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ہاران نے اسے بنایا تھا پھر انہیں کے نام سے مشہور ہو گیا بعد میں ہاران سے حرّان مشہور ہو گیا، طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر سب سے پہلا شہر یہی ہے، اور یہ شہر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوا، اس شہر سے علماء کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔

(معجم البلدان ج ۲ ص ۲۳۵، ص ۲۳۶)

ربیُوب

غالباً اس کا اصل نام، راسب ہے، اور یہ مکہ شریف اور طائف کے درمیان ایک بستی ہے جس میں بنی خثعم رہتے تھے۔

(از معجم البلدان ج ۳ ص ۱۳)

حضرت معد بن عدنان موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے

حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اہلِ سیرت کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت معد بن عدنان حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے، اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ احادیث مبارکہ سے اسکی تائید ہوتی ہے، اور امام ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اسی قول کو اولیٰ وارجح قرار دیا ہے،

امام زبیدی "تاج العروس" میں لکھتے ہیں:

وکان معد بن عدنان فی زمن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کما یعرفه من مارس علم التاریخ والانساب۔"

(ج ۱ ص ۲۷۵)

امام حلبیؒ "سیرت حلبیہ" میں لکھتے ہیں:

وقیل فی زمن موسیٰ

ایک قول یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے

علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر وھو اولیٰ (ج ۱ ص ۵۱)

زمانہ میں تھے، امام حافظ ابن حجر نے فرمایا، یہی اولیٰ ہے۔

اور امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، الطبرانی الحافظ الکبیر، مسند العصر، ثقہ، صدوق، واسع الحفظ، بصیر بالعلل والرجال والابواب، کثیر التصانیف، ان کی ولادت ۲۶۰ھ میں طبران شہر ماہ صفر میں ہوئی، اور وفات ۲۸، ذی القعدہ شہر اصبہان بروز ہفتہ ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

(معجم المؤلفین ج ۴ ص ۲۵۳، البدایۃ والنہایۃ ج ۱۱ ص ۲۷۰، مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳۷۲)

اپنی کتاب "المعجم الکبیر" میں بطریق احمد بن الحسن المصری الایلی، وہ عاصم سے وہ جبر بن فرقد سے وہ نہاس بن قہم القیسی سے وہ شداد سے وہ ابو عمار سے وہ حضرت ابو امامہ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

لمّا بلغ ولد معد بن عدنان خسون رجلاً وقعوا علی عسکر موسی علیه السلام وانتهبوه، فدعا علیهم موسیٰ بن عمران صلی الله علیه وسلم قال یا رب هؤلاء ولد معد قد اغاروا علی عسکری، فأوحی الله الیه، یا موسی بن عمران لا تدع علیهم فان منهم، النبی الامی النذیر البشیر بجنتی ومنهم امة مرحومة أمة محمد الذین یرضون من الله بالیسیر من الرزق، ویرضی الله منهم بالقلیل من العمل، فیدخلهم الله الجنة بقول لا اله الا الله، لان نبیهم

جب معد بن عدنان کی اولاد پچاس آدمیوں تک پہنچ گئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے خلاف جنگ کی اور انہیں شکست دے دی تو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بددعا دی اور بحضور ربِ کائنات کائنات عرض کی اے پروردگار یہ معد کی اولاد ہیں انہوں نے میرے لشکر کو غارت کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ بن عمران ان کو بددعا نہ دو پس بلاشبہ ان میں سے نبی اُمّی، عذاب جہنم سے ڈرانے والے اور میری جنت کی خوشخبری سنانے والے ہونگے اور ان میں سے اُمتِ مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے، ایسی امت جو اللہ کی طرف سے تھوڑے سے رزق

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب المتواضع فی هیئته المجتمع له اللب فی سکوته ینطق بالحکمة ویستعمل الحکم (او الحلم) اخرجته من خیر جیل من امته قریشا ثم اخرجته من هاشم صفوة قریش فهم خیر من خیر الی خیر یصیر (هو) وامته الی خیر یصیرون،

(المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۶۵ و ص ۱۶۶)

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۱۰)

(الاتحافات السنیة فی الاحادیث القدسیة ص ۲۶۰)

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ج ۱۱ ص ۴۲۸)

پر راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں محض لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کلمۂ توحید (صدق دل سے) پڑھنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا کیوں کہ ان کے نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جو اپنی ہیئت میں نہایت متواضع اور ان کا سکوت ان کے فہیم ہونے کی دلیل ہو گا۔ وہ وحی الٰہی سے بولیں گے اور وہ حکمتیں بیان فرمائیں گے، میں اس نبی کو بہتر قوم سے پیدا کروں گا اسکی امت میں سے جو قریش ہیں (ان سے پیدا کرونگا) پھر میں اُسے قریش میں پسندیدہ لوگ بنی ہاشم سے پیدا کروں گا، پس وہ بہتر ہیں، بہتر لوگوں سے پیدا ہوں گے، بہتر امت کی طرف مبعوث ہوں گے، وہ اور ان کی امت بہتری کی طرف پہنچیں گے (یعنی ان کا انجام بہتری ہی ہو گا)۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے، لہٰذا اس سے اس قول کی تائید ہو گئی جسکو امام عسقلانی نے اولیٰ قرار دیا۔

سندِ حدیث

اِس حدیث کی سند میں جبر بن فرقد القصاب ابو جعفر البصری ایک راوی ہے، اور وہ ضعیف ہے، امام نور الدین شیخ امام ابن حجر عسقلانی نے "مجمع الزوائد" میں لکھا ہے، فیه جبر بن فرقد وھو ضعیف، (ج ۸ ص ۲۱۸)

اور اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لسان المیزان ج ۲ ص ۱۰۴) میں لکھا

ہے، مجمع الزوائد میں حسن بن فرقد لکھا ہے اور وہ غلط ہے، صحیح جبر بن فرقد ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی راوی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود کہ یہ حدیث اپنی مذکورہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ تاہم یہ حدیث قابلِ حجت ہے بلکہ یہ حدیثِ حسن ہے،

حدیثِ ضعیف دُوسری سَند کیوجہ سے حَسَن ہوجاتی ہے

کیونکہ یہ امر مُسلّم ہے کہ اگر راوی جو صدوق (سچا) ہو اور امین ہو (دیانتدار) ہو، اور اس کا حافظہ کمزور ہو تو اسکی حدیثِ ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر اس حدیث کی کوئی اور سند مِل جائے تو وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے اور حدیث حسن لائقِ حجت ہے چنانچہ امام ابو زکریا شیخ الاسلام محی الدین یحیی بن شرف بن الحزامی، النووی، حوران کے شہر نوی میں ماہِ محرم ۶۳۱ھ کو پیدا ہوئے، اور بدھ کی رات ماہِ رجب کی چودہ تاریخ ۶۷۶ھ کو نوی شہر میں وفات پائی۔"

(مقدمۃ التدریب ص ۱۹ و ص ۳۱)

اپنی کتاب "التقریب" میں ارشاد فرماتے ہیں:

ماکان ضعفه لضعف حفظ راویه الصدوق الامین زال بمجیئه من وجه آخر وصار حسنا،	یعنی جو حدیث صدوق امین راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پائی ہو، اس کا ضعف دوسری سند کے آنے کی وجہ سے زائل ہو جائیگا اور وہ حدیث حسن ہو جائے گی۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے اسکی شرح "التدریب" میں اسکی مثال ذکر فرمائی کہ امام ترمذی نے ایک حدیث بطریق شعبہ عاصم بن عبید اللہ سے وہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے وہ اپنے باپ عامر سے بنی فزارہ کی ایک عورت والی حدیث روایت فرمائی اور اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبید اللہ سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے، اسکے باوجود امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا، کیوں کہ اس حدیث کی اور سند بھی

موجود ہے، اس دوسری سند کے پائے جانے کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو گیا۔ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۷۶)

اور امام طبرانی کی حدیث بھی اسی لئے ضعیف قرار پائی کہ اسکی سند میں جبرن فرقد راوی ضعیف ہے، اور جبرن فرقد، صدوق، صالح، امین تھے اور ان کا حافظہ کمزور تھا، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ جرح نے ان کو صدوق کہا، اور امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا:

کان رجلا صالحا ولیس بالقوی — کہ وہ نیک اور دیانتدار آدمی تھے اور وہ قوی نہیں تھے۔

(ج ۲ ص ۱۰۴)

اور اس حدیث کی دو اور سندیں بھی ہیں، ان سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے اسلئے امام طبرانی کی حدیثِ مذکور کا ضعف بھی ختم ہو جائے گا اور یہ حدیث حسن قرار پائے گی"۔

اب ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن سے امام طبرانی کی مروی حدیث مذکور کی تائید ہوتی ہے

آبائے مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول نہ ہوئی!

حدیث نمبر: ۱

حدیث شریف میں ہے کہ بنی معد بن عدنان رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی معد کے خلاف دعا فرمائی، اللہ تعالٰی نے ان کی دعا قبول نہ فرمائی۔

تاریخ خمیس میں امام دیار بکری فرماتے ہیں:

ذکر الزبیر باسناد له الی مکحول قال اغار الضحاك ابن معد علی بنی اسرائیل فی اربعین رجلا من بنی معد علیهم دراریع الصوف خاطمی خیلهم بحبال اللیف فقتلوا وسبوا وظفروا

کہ حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ضحاک بن معد نے بنی معد کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ بنی اسرائیل کے ساتھ مقاتلہ کیا انہوں نے صوف کی زرہ پہنے ہوئے صوف کی رسیوں سے اپنے گھوڑوں کو نکیلیں دیئے ہوئے،

فقالت بنو اسرائیل. یا موسٰی ان بنی معدّ اغاروا علینا وهم قلیل، فکیف لو کانوا کثیرا واغاروا علینا وانت بیننا فادع الله علیهم فتوضأ وصلّی وکان اذا اراد حاجة من الله صلّی ثم قال یارب ان بنی معدّ اغاروا علی بنی اسرائیل فقتلوا وسبوا وظفروا فسألونی ان ادعوك علیهم فقال الله تعالٰی لا تدع علیهم فانهم عبادی وانهم ینتهون عند اوّل امری وان فیهم نبیّا أحبّه واحبّ امته قال یارب ما بلغ محبتك له قال اغفر له ما تقدّم من ذنبه وما تأخّر قال یارب ما بلغ محبّتك لامته قال یستغفرنی مستغفرهم فاغفر له ویدعونی داعیهم فاستجیب له قال یارب فاجعلهم من امّتی قال نبیّهم منهم قال یارب فاجعلنی منهم قال تقدّمت وتأخّروا،

(ج ۱ ص ۱۲۷)

تو انہوں نے ان کو (بنی اسرائیل کو) قتل کیا اور ان کی بے عزتی کی اور فتح یاب ہو گئے تو بنی اسرائیل نے موسٰی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، اے موسٰی علیہ السلام بنی معدّ نے ہمیں غارت کر دیا حالانکہ وہ تھوڑے ہیں، تو اگر وہ زیادہ ہوں اور ہم سے قتال کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا اور آپ ہم میں جلوہ گر ہیں تو آپ ان کے خلاف اللہ تعالٰی سے دعا فرمائیں (کہ اللہ تعالٰی ان کو تباہ کر دے) پس موسٰی علیہ السلام نے وضو فرمایا اور نماز ادا کی اور موسٰی علیہ السلام جب اللہ تعالٰی سے کوئی حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر موسٰی علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار بلاشبہ بنی معدّ نے بنی اسرائیل کو غارت کر دیا پس انہیں قتل کیا اور ان کی بے حرمتی کی اور کامران ہو گئے، تو بنی اسرائیل نے مجھ سے عرض کی ہے کہ میں ان کے خلاف تجھ سے دعا کروں (کہ وہ تباہ ہو جائیں) تو اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو فرمایا، ان کے خلاف دعا نہ کرو بلاشبہ وہ میرے محبوب بندے ہیں، پس وہ میرے پہلے امر میں انتہا مقام تک پہنچ گئے، اور بے شک ان میں ایسے نبی ہیں کہ میں اس نبی اور اسکی امت سے محبت رکھتا ہوں۔ موسٰی علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی

…سے تیری محبت کس درجہ تک ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اس نبی سے اتنی محبت ہے کہ میں اسکے سبب سے اس کے اگلوں اور اسکے پچھلوں کے تمام گناہ بخش دیتا ہوں اور بخشش دوں گا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی کی اُمّت سے تجھے کتنی محبت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اُمّت کا کوئی فرد مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے گا تو میں اسے بخش دوں گا، اور مجھ سے دُعا کرے گا تو میں اسکی دُعا کو قبول فرماؤں گا، تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار تو انہیں میری اُمّت سے کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے نبی انہیں میں سے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ پھر تو مجھے اس اُمّت سے کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ تو اُن سے پہلے ہے اور وہ تیرے بعد ہوں گے۔"

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف

حضرت مکحول کا نام مکحول بن شہراب (یا سہراب) بن شاذل الہذلی (معجم المؤلفین ج ۱۲ ص ۳۱۹)
کنیت: ابو عبداللہ یا ابو ایوب یا ابو مسلم۔ عظیم محدث۔ فقیہ اور اپنے وقت کے امام تھے، امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

"ما اعلم بالشام افقه من مكحول"

کہ مجھے معلوم نہیں کہ شام میں مکحول سے زیادہ فقیہ کوئی ہو،

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۱)

اور امام ابو مسہر حضرت سعید بن عبد العزیز سے راوی کہ سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اذا جاء بالعلم من الشام عن مكحول قبلناه"

جب حضرت مکحول سے مروی، شام سے کوئی علم کی بات آئے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں

یعنی کسی علمی بات کے قبول ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسکے کہنے والے اور اسے روایت کرنے والے حضرت مکحول ہوں، اور حضرت مروان بن محمد نے سعید سے روایت کی کہ حضرت سعید فرماتے تھے،

"لم يكن في زمان مكحول

کہ حضرت مکحول کے زمانہ میں ان سے

البصر منه بالفتيا،"

زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والا کوئی نہ تھا،

یعنی سب سے زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والے اور سب سے بڑے فقیہ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت عثمان بن عطا رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے،

"كان مكحول اعجميا وكل ما قال بالشام قبل منه"

حضرت مکحول عجمی تھے اور انہوں نے شام میں جو کچھ فرمایا وہ مقبول ہے۔

اور امام ابن عمار کا ارشاد ہے:

"كان مكحول امام اهل الشام"

حضرت مکحول شامیوں کے امام تھے،

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کی پیدائش کابل میں ہوئی، اور آپ جلیل القدر تابعی ہیں، آپ نے حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ و حضرت انس، و واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہما کی زیارت کی اور اُن سے اور دیگر صحابہ کرام سے احادیث روایت فرمائیں۔ آپ کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ اور بقول بعض ۱۱۳ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۱)

حدیث نمبر ۲ :-

امام حسین بن محمد البکری ارشاد فرماتے ہیں کہ

قال الزهري وحدثني علي بن المغيرة، قال لما بلغ بنو معد عشرين رجلا اغاروا على عسكر موسى عليه السلام فدعا عليهم فلم يجب فيهم ثلاث مرات، فقال يا رب دعوتك على قوم فلم تجبني فيهم بشيء، فقال يا موسى دعوتني على قوم منهم خيرتي في آخر الزمان۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۴۷، ص ۱۲۵)

امام زہری نے فرمایا، مجھے حدیث بیان کی حضرت علی بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جب بنو معد بیس شخص ہو گئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو غارت کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف تین بار دُعا کی اور ان کی دُعا قبول نہ ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار میں نے ایک قوم کے خلاف تجھ سے دُعا کی اور تو نے بالکل میری دُعا قبول نہ فرمائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ، تو نے ایسی قوم کے خلاف مجھ سے دُعا کی جن میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر نبی آخر الزماں ہوں گے۔"

یہ حدیث پچھلی حدیث کے معارض نہیں، کیوں کہ عدد اقل اکثر کے منافی نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے امام طبرانی کی مروی حدیث کی تائید ہوتی ہے، ان دو حدیثوں سے تائید ہونے کی وجہ سے حضرت ابوامامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن قرار پائی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ
امام زہری کا تعارف

امام الأئمۃ الاعلام عالم الحجاز والشام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ القرشی الزہری الحافظ المدنی، یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے شاگرد، اور حضرت عطاء بن ابی رباح، ابوالزبیر مکی، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار رضی اللہ عنہم کے استاذ ہیں، امام نسائی رح ارشاد فرماتے ہیں کہ

احسن اسانید تروی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعة الزهري عن علي بن الحسين الخ

تمام اسانید میں سب سے احسن سند جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جائے وہ امام زہری کی سند حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔"

اور حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:
"کہ حضرت جعفر بن ربیعہ نے عراک بن مالک سے کہا، اہلِ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فقیہ کون ہے، انہوں نے کہا، حضرت سعید بن المسیب، عروہ، عبیداللہ بن عبداللہ، اور امام زہری۔
پھر فرمایا:

واعلمهم عندي جميعًا ابن شهاب الزهري۔

میرے نزدیک ان سب میں سب سے زیادہ عالم ابن شہاب زہری ہیں۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، اور حضرت مکحول رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما بقي على ظهرها اعلم

بسنة ماضية من الزهري۔

سُنّتِ ماضیہ کا زہری سے زیادہ عالم روئے زمین پر کوئی باقی نہیں۔

اور حضرت لیث کا ارشاد ہے کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا:

"ما رأيت اكثر علماء منه لو سمعته يحدث في الترغيب لقلت لا يحسن الا هذا وان حدث عن الانساب لقلت لا يعرف الا هذا وان حدث عن القرآن والسُنّة كان حديثه نوعا جامعا"

"کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا ان سے اگر میں ترغیب کے متعلق کوئی حدیث سنوں تو میں کہتا ہوں کہ ان سے زیادہ احسن حدیث کوئی بیان نہیں کرتا اور اگر انساب کے متعلق کوئی حدیث بیان کریں تو میں کہتا ہوں کہ ان کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اگر وہ قرآن و سنت کی کوئی بات بتائیں تو ان کی حدیث نوع جامع کی حیثیت رکھتی ہے۔"

امام مالک کا فرمان ہے، امام زہری بہت سخاوت کرتے تھے۔

"وما له في الدنيا نظير"

"دنیا میں (علم کے لحاظ سے) انکی کوئی نظیر نہیں"

امام زہری کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی، اور ماہِ رمضان ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ صہ ۴۴۹، ۴۵۱ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صہ ۱۱۱ و صہ ۱۱۲)

ثابت ہوا کہ حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا وہ حدیث حسن ہے، اور یہ بات مسلم ہے کہ حدیثِ حسن لائق حجت ہونے میں حدیث صحیح کا درجہ رکھتی ہے، امام نووی فرماتے ہیں،

ثم الحسن كالصحيح في الاحتجاج به وان كان دونه في القوة، ولهذا ادرجته طائفة في نوع الصحيح"

حدیث حسن لائق حجت ہونے میں صحیح حدیث کی طرح ہے اگرچہ وہ قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے، اسی لئے محدثین کے ایک گروہ نے حدیثِ حسن کو حدیث صحیح میں درج کیا ہے

(المتقرب ج ۱ صہ ۱۶۰)

یعنی اگرچہ حدیث حسن قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے تاہم وہ حدیث اسی طرح قابلِ حجت ہے جیسے حدیثِ صحیح حجت ہے۔

لہٰذا حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اور یہی قول صحیح اور اولیٰ اور ارجح ہے، اُسکے معارض جو اقوال ہیں کہ معد بن عدنان حضرت ارمیاء، یا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، وہ اسلئے معتبر نہیں کہ وہ سب اسرائیلیات ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث مروی نہیں، اسی لئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وعلیٰ هذا فیکون معد بن عدنان کما قال بعضهم فی عهدِ موسیٰ علیه السّلام لا فی عهد عیسیٰ علیه السّلام وهذا اولی۔ (فتح الباری ج ٦ صـ۲۰۲)

اور امام دیار بکری کی عبارت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، چنانچہ تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

واما معد بن عدنان ففیه نور رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وما تعرف ملته، وانما سمّی معدّا لانه کان صاحبِ حروب وغارات علیٰ بنی اسرائیل، ولم یحارب احدًا الا رجع بالنصر والظفر (ج ۱ صـ۱۲۷)

کہ معد بن عدنان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نور تھا، اور ان کا دین معروف نہیں، اور ان کا نام اسی لئے معد رکھا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بہت جنگ وغارت کیا کرتے تھے اور جب ہی وہ کسی سے جنگ کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے سبب سے کامیاب و کامران لوٹتے تھے۔

علامہ زینی دحلان نے اسقدر اضافہ فرمایا:

"بسبب نور النبی صلی الله علیه وآله وسلم۔"

(السیرة النبویه والاثار المحمدیه ج ۱ صـ۱۱)

اور اسی طرح سیرتِ حلبیہ ج ۱ صـ۱۶ میں ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ

تاریخ خمیس کی عبارتِ مذکورہ میں ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کا دین معروف نہیں، یعنی یہ معلوم نہیں کہ ان کا دین کیا تھا، اور ان کے والد حضرت عدنان کے متعلق بھی (صـ۱۲۶ ج ۱) پر ہے:

ولم نعلم ملته : حضرت عدنان کا دین معلوم نہیں،

اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ (معد و عدنان) مؤمن تھے؟ یا دہریے۔ یہ بات غلط ہے کہ حضرت معد و حضرت عدنان رضی اللہ عنہما کا دین معلوم نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

کان عدنان ومعد وربیعة ومضر وخزیمة واصله علیٰ ملة ابراهیم علیه السلام فلا تذکروهم الا بخیر،،

کہ عدنان و معد، مضر، ربیعہ، خزیمہ اور ان کی اصل (ان کے تمام آباء) دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے، تو انہیں بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو،

(اخرجه ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس رضی الله عنه)

(مسالک الحنفاء صـ۳۷)

اس حدیث میں آقائے دوجہاں سرور کون ومکاں احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عدنان اور حضرت معد رضی اللہ عنہما اور ان کے تمام آباء کرام کے مؤمن ہونے کی وضاحت فرمادی، لہٰذا اُسکے بعد ان کے ایمان میں اور ان کے دینِ اسلام پر ہونے میں شک کرنا، درست نہیں، امام دیار بکری کے علم میں ممکن ہے یہ حدیث نہ آئی ہو اسلئے وہ اس سے بری ہیں،

حضرت معد رضی اللہ عنہ کے والد کا اسمِ گرامی حضرت عدنان رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے

عَدْنَان بروزن فَعْلَان، عَدَن سے ماخوذ ہے، اس کا معنیٰ ہے قائم کرنا،

امام سُہَیلی رحمۃ اللہ تعالےٰ "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

واما عدنان ففعلان من عدن اذا قام (ج ۱ صـ۸)

اور علامہ زینی دحلان "السیرة النبویة والآثار المحمدیه" میں لکھتے ہیں:

انما سمی عدنان من العدن وهو الاقامة (ج ۱ صـ۱۱)

حضرت معد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے والد کا نام عدنان اسلئے رکھا گیا کہ اللہ تعالےٰ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی حفاظت پر مامور فرمادیا، اور ہمیشہ کے لئے فرشتوں کو ان کے ساتھ قائم کر دیا،

چنانچہ "السیرت النبویہ" اور تاریخ خمیس میں ہے :

لان اللہ تعالیٰ اقام ملائکۃ لحفظہ وسبب ذالک ان اعین الجن والانس کانت الیہ وارادوا قتلہ، وقالوا لئن ترکنا ھذا الغلام حتی یدرک مدارک الرجال لیخرجن من ظھرہ من یسود الناس فوکل اللہ بہ من یحفظہ، وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

(سیرت نبویہ ج ا صفحہ ۔ تاریخ خمیس ج ا صفحہ ۔)

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں کو ان کی حفاظت کے لئے قائم فرما دیا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن وانس کی نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں اور آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے، اور ان کے متعلق کہتے کہ اگر اس بچے کو ہم نے چھوڑ دیا یہاں تک یہ جوان ہو جائے (اسکی جوانی تک اسے چھوڑ دیا) تو اسکی پشت سے وہ ہستی پیدا ہو گی، جو ہستی تمام لوگوں کی سردار ہو گی، تو اللہ تعالےٰ نے ان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کو مقرر فرما دیا،

اور حضرت عدنان میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جلوہ گر تھا۔"

حضرت عدنان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے باپ کی طرف سے دو بھائی تھے، ایک کا نام، نبت اور دوسرے کا نام عمرو ہے.

چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں :

" ولعدنان اخوان لابیہ یدعی احدھما نبتًا والآخر منھما عمرًا"

(تاریخ الامم والملوک ج ۲ صفحہ ۱۹۱)

اور آپ کی والدہ کا نام : بلہا بنت ماعز بن قحطان، ہے۔ امام ابن حبان۔ (السیرت النبویۃ) میں لکھتے ہیں :

وام عدنان بن ادد بلھا بنت ماعز بن قحطان (صفحہ ۲۹)

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ پر تمام اہل سیرت اور مؤرخین علماء کا اجماع واتفاق ہے.

چنانچہ امام سہیلی "الروض الانف" میں اور امام طبرانی "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں :

فنسب نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لایختلف النسابون فیہ الی معد بن عدنان،

امام سہیلی کی عبارت میں ہے :

فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ انتسب الی عدنان۔ (الروض الانف ج ا صفحہ ۔ وتاریخ الامم والملوک ج ۲ صفحہ ۱۹۱)

نسبِ نبوی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عدنان رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلۂ نسب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسندِ صحیح مروی ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے اور وہ درج ذیل ہے :

" حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بن حضرت عبداللہ[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ، بن حضرت عبدالمطلب[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت ہاشم[3] رضی اللہ عنہ، بن حضرت عبد مناف[4] رضی اللہ تعالےٰ عنہ. بن حضرت قصی[5] رضی اللہ تعالےٰ عنہ بن حضرت کلاب[6] رضی اللہ تعالےٰ عنہ بن حضرت مرہ[7] رضی اللہ عنہ بن حضرت کعب[8] رضی اللہ تعالےٰ عنہ. بن حضرت لوی[9] رضی اللہ عنہ. بن حضرت غالب[10] رضی اللہ تعالےٰ عنہ. بن حضرت فہر[11] رضی اللہ تعالےٰ عنہ. بن حضرت مالک[12] رضی اللہ عنہ. بن حضرت نضر[13] رضی اللہ عنہ. بن حضرت کنانہ[14] رضی اللہ عنہ. بن حضرت خزیمہ[15] رضی اللہ عنہ بن حضرت مدرکہ[16] رضی اللہ عنہ بن حضرت الیاس[17] رضی اللہ تعالےٰ عنہ بن حضرت مضر[18] رضی اللہ عنہ بن حضرت نزار[19] رضی اللہ تعالےٰ عنہ. بن حضرت معد[20] رضی اللہ تعالےٰ عنہ. بن حضرت عدنان[21] رضی اللہ عنہ "

حضرت عدنان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے،

چنانچہ امام طبرانی "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں :

" حدثنی یونس بن عبدالاعلی قال اخبرنا ابن وھب قال حدثنی ابن لھیعہ، عن ابی الاسود وغیرہ عن نسبۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، محمّد بن عبد اللہ بن
عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف ابن قصیّ بن کلاب بن
مرّۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن
النضر بن کنانۃ ابن خزیمۃ بن مدرکۃ بن
الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان
بن اد د ثم یختلفون فیما بعد ذلک ۔" (ج ۲ ص۱۹۱)

اور تمام علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں، چنانچہ امام ابو الفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ "السیرۃ النبویۃ" میں لکھتے ہیں:

لاخلاف ان عدنان من سلالۃ اسمٰعیل بن ابراھیم علیھما السلام"

بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان کتنے آباء ہیں،

امام ابن کثیر رح "السیرت النبویہ" میں لکھتے ہیں:

واختلفوا فی عدۃ الآباء بینہ وبین اسماعیل علی اقوال کثیرۃ (ج ۱ ص۷۲)

اب ہم مؤرخین کے ان تمام اقوال کو ذکر کرتے ہیں،

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے:

عدنان بن اُدَد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعقوب بن نبت بن نابت بن انوشس بن اسماعیل بن ابراہام علیہما السلام،

اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب یُوں ہے،

عدنان بن اُدَد بن الہمیسع بن نابت بن اسماعیل بن ابراھام علیہم السلام،

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نسب اس طرح ہے،

عدنان بن اُدَد بن سحب بن ایوب بن قیدر بن اسمٰعیل بن ابراھام علیہم السلام،

اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نسب یُوں ہے،

عدنان بن آدَد بن ایمن بن شاجب بن ثعلبۃ بن عتر بن یریح بن محلم بن العوام بن المحتمل بن رائمۃ بن العیقان بن علۃ بن شحدود بن الظریف بن عبقر بن اسمٰعیل بن ابراھام علیہم السلام،

اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

عدنان بن اُدَد بن عوج بن المعطم بن الطمح ابن القسور بن العبور بن دعدع بن محمود بن الزائد بن بدان بن الدرس بن حصن بن النزال بن القاسم بن المجشر بن معدد بن صیفی بن النبت بن قیدر بن اسمٰعیل بن ابراھیم علیہما السلام،

یہ پانچ اقوال امام ابن حبان نے "السیرت النبویہ" میں ذکر کئے ہیں،
(ص۲۲ تا ص۷۲)

اور امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری الحمیری البصری متوفی ۲۱۳ھ نے "السیرت النبویہ" میں حضرت عدنان کا نسب اس طرح ذِکر کیا ہے:

عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراھیم علیہما السلام، (ج ۱ ص۹)

اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام ابو ذر یہ علی محمد بن نصر سے نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے

عدنان بن اد بن ادد بن زید بن معد بن مقدم ابن ھمیسع بن نبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور بعض کے نزدیک اس طرح ہے،

عدنان بن ادد بن ھمیسع بن نبت بن شلامان بن حمل بن نبت بن قیدار

اور بعض نے اس طرح ذکر کیا ہے:

عدنان بن ادد ھمیسع المقوم بن ناحور بن یسرح بن یشجب بن مالک بن ایمن بن نبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور بعض نے اس طرح بیان کیا ہے،

عدنان بن اد بن ادد بن ہمیسع بن یشجب بن سعد بن بریح بن نمیر بن حمیل بن منجم بن لافث بن صابوح بن کنانہ بن العوام بن نابت بن قیدار،

اور امام ابراھیم بن منذر نے اس طرح بیان کیا ہے،

عدنان بن اد بن ادد بن الہمیسع بن نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام،
(فتح الباری ج ۶ ص۴۱۹ و ص۴۲)

ان تمام اقوال میں صحیح ترین اور معتبر قول یہ ہے کہ عدنان رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک اس طرح ہے،

عدنان بن ادد بن زند (یا زید) بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح اسی طرح مروی ہے، اس کے علاوہ تمام اقوال تاریخ کی کتابوں سے منقول ہے اور حدیث پاک سے انکی تائید نہیں ہوتی،

امام سہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں کہ

واصح شیٔ فیما بعد عدنان ما ذکرہ الدولابی ابو البشر، من طریق موسی بن یعقوب عن عبد اللہ بن وھب بن زمعۃ الزمعی عن عمتہ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بالنون بن الیری بن اعراق الثری، قالت ام سلمۃ فزند ھو الھمیسع والیری ھو نبت واعراق الثری ھو اسماعیل.

(ج ۱ ص۸)

"حضرت عدنان کے بعد آپ کے نسب کے بارے زیادہ صحیح وہ روایت ہے جسے امام ابو البشر الدولابی نے بسند موسیٰ بن یعقوب حضرت عبد اللہ بن وہب بن زمعۃ الزمعی سے وہ اپنی چچی سے وہ حضرت ھند بنت ابی امیہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے، عدنان بن ادد بن زند بن یری بن اعراق الثری، حضرت ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ زند سے ہمیسع، یری سے نبت، اعراق الثری سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں،

امام دولابی رحمہ اللہ کا تعارف

امام ابو بشر محمد بن احمد بن حماد بن سعد الانصاری، الوراق، الرازی، الدولابی، محدث حافظ، مؤرخ، صاحب "الاسماء والکنیٰ" (معجم المؤلفین ج ۸ ص۲۵۵)

امام ابو الفداء ابن کثیر "البدایۃ والنہایۃ" میں فرماتے ہیں:

"من حفاظ الحدیث" امام دولابی حفاظ حدیث میں سے ہیں،

(ج ۱۱ ص۱۴۵)

ان کی پیدائش ۲۲۴ھ میں اور وفات ۳۲۰ھ ماہ ذی القعدہ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۸ ص۲۵۵)

اور امام ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں کہ امام ابو البشر دولابی، امام طبرانی کے شیخ ہیں (ج ۵ ص۴۱)

اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن سحنویۃ بن الہیثم البرذعی بمصر قال حدثنا ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی قال حدثنا ہارون ابو عبد اللہ صاحب المغازی عن عبد العزیز بن عمران عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف قال اخبرنی موسی بن یعقوب الزمعی قال اخبرنی عمی ابو الحارث عن ابیہ عن ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: معد بن عدنان بن أدد بن أدد بن زیاد بن یری بن اعراق الثرا: قال ثم قال رسول اللہ

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سحنویہ بن الہیثم البرذعی نے مصر میں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی صاحب مغازی ابو عبد اللہ ہارون نے عبد العزیز بن عمران سے وہ عمر بن عبد الرحمن بن عوف سے انہوں نے کہا مجھے خبر دی موسیٰ بن یعقوب الزمعی نے انہوں نے کہا مجھے خبر دی میرے چچا ابو الحارث نے اپنے والد سے وہ حضرت ام سلمۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا معد بن عدنان بن اد بن أدد بن زید بن یری بن اعراق الثرا، راوی نے کہا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا قوم عاد، ثمود، اصحاب الرس اور بہت سی ایسی قوموں کو جنہیں اللہ تعالیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھلک عادا وثمودا واصحاب الرس وقروناً بین ذالک کثیرا لا یعلمھم الا اللہ: فکانت ام سلمۃ تقول معد معد، عدنان، عدنان، وادد ادد، وزاید (زند) ھمیسع، ویری نبت واعراق الثری اسمٰعیل بن ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم

(قال الطبرانی) لا یروی عن ام سلمۃ الا بھذا الاسناد تفرد بہ موسی۔

(المعجم الصغیر ج ۲ ص۶۲)

ہی جاتا ہے، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں: معد تو معد ہیں۔ عدنان عدنان، اُدد اُدد، زید ادر بعض نسخوں میں زند ہے۔ وہ ہمیسع اور یری نبت اور اعراق الثرا حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراھیم علیہما السلام ہیں یہ حدیث حضرت اُم سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔

سندِ حدیث

اس حدیث کی سند کا مدار موسیٰ بن یعقوب زمعی پر ہے، اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابنِ حجر عسقلانی "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

موسیٰ بن یعقوب بن عبد اللہ بن وھب بن زمعۃ بن الاسود ابن المطلب بن اسد بن عبد العزی الاسدی الزمعی ابو محمد المدنی، عن ابن معین ثقہ، وذکرہ ابن حبان فی الثقات، قال ابن القطان ثقۃ،

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص۳۷۸ باختصار)

امام ابنِ معین سے مروی ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن قطان نے کہا وہ ثقہ ہیں۔

لہٰذا اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوگئی کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

عدنان بن اُدّ بن اُدد بن ہمیسع بن نبت بن اسمٰعیل علیہ السلام اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے زمانہ میں تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان زیادہ عرصہ نہیں ہے اسلئے قرین قیاس بھی یہی ہے کہ حضرت عدنان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباؤ کا واسطہ ہے نہ کہ زیادہ کا، اسی لئے امام ابن حجر عسقلانی نے اسی قول کو ترجیح دی۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں،

وان کان فی زمن موسی علیہ السلام فالمعتمد ان بینھما العدد القلیل۔

(فتح الباری ج ۶ ص۴۲۰)

اگر حضرت معد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے تو ان کے نسب کے متعلق معتبر قول یہ ہے کہ ان کے (حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) درمیان عدد قلیل (چار آباء کا واسطہ ہو)

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراھیم علیہما السلام کا درمیانی عرصہ

حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے گئے، اسکے درمیان پانچ صد پینسٹھ سال (۵۶۵) کا عرصہ ہے،

امام ابو جعفر طبری "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں:

ومن مولد ابراھیم الی خروج [illegible] بنی اسرائیل من مصر خمس مائۃ وخمسا وستین سنۃ (ج ۲ ص۱۷۱)

اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پچہتر برس کا عرصہ امام طبری لکھتے ہیں:

عن ابن عباس انہ قال: من ابراھیم الی موسی خمس مائۃ

وخمس وسبعون سنة ،

اور امام ابن الوردی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے درمیان ، پانچ سو پینتالیس برس (۵۴۵) کا عرصہ ہے کیونکہ جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر ایک سو سال (۱۰۰) تھی ۔ اور جب ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے ، اس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی ۔ اور جب اُن کے بیٹے لاوی پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی ۔ اور جب ان کے بیٹے قاہات پیدا ہوئے ، اس وقت لاوی کی عمر چھیالیس (۴۶) سال تھی ، اور جب ان کے بیٹے عمران پیدا ہوئے اس وقت قاہات کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی ، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت عمران کی عمر ستر (۷۰) سال تھی ، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت کے درمیان چار سو پچیس (۴۲۵) سال کا عرصہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی ، اس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے درمیان پانچ سو پینتالیس سال کا عرصہ ہوا ۔ اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال ، حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال ، حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو سنتالیس (۱۴۷) سال ، لاوی کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال ، اور قاہات کی عمر ایک سو ستائیس (۱۲۷) سال ، اور عمران کی عمر ایک سو چھتیس (۱۳۶) سال ، اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے ۔ موسیٰ بن عمران بن قاہات بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیہما السلام ۔ (تتمہ المختصر فی اخبار البشر ج ۱ ص ۱)

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا درمیانی عرصہ ؟

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تقریباً پانچ سو کچھ سال کا عرصہ

ہے ، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد اُنؑ کے بیٹے حضرت نابت کعبہ معظمہ کے متولی ہوئے ، حضرت نابت کی وفات کے بعد بنی جرہم کعبہ شریف کے متولی بنے ،

تاریخ یعقوبی میں ہے ؛

فلما توفی اسماعیل ولی البیت بعده نابت بن اسماعیل (الی ان قال) ولما توفی نابت وقد تفرق ولد اسماعیل ولی البیت المضاض بن عمرو الجرهمی (ج ۱ ص ۲۲۲)

لیکن اسکے باوجود کہ حکمران بنی جرہم تھے وہ بنی اسماعیل کا احترام کرتے تھے اور احتراماً ولایت کعبہ کی ذمہ داری بنی اسماعیل ہی کے سپرد تھی ۔ چنانچہ حضرت نابت کے بعد متولی کعبہ ان کے بیٹے امین ان کے بعد یشجب بن امین ان کے بعد ہمیسع ان کے بعد اُدد پھر حضرت عدنان ولی کعبہ مقرر ہوئے ۔ (تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۲۱)

اور بنی جرہم تقریباً تین سو سال اور بقول امام مسعودی پانچ سو ساٹھ سال مکہ شریف کے حکمران رہے ۔ چنانچہ امام تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی المکی متوفی ۸۳۲ھ لکھتے ہیں کہ

فاقاموا ولاة البیت نحو ثلاث مائة سنة

بنی جرہم تین سو سال حکمرانِ کعبہ رہے ۔

اور امام مسعودی سے نقل کرتے ہیں کہ

ان اول ملك من ملوك جرهم مضاض بن عمرو بن الرقیب مائة سنة ثم ملك بعده ابنه عمرو بن مضاض مائة وعشرین سنة ثم ملك الحارث بن عمرو مائة سنة ، ثم ملك بعده عمرو بن الحارث مائتی سنة ثم ملك بعده مضاض بن عمرو بن الاصغر ، اربعین سنة (العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ج ۱ ص ۱۳۱ ، ۱۳۲)

کہ سب سے پہلے ملوک جرہم میں سے مضاض بن عمرو بن الرقیب حاکم ہوا ، ایک سو سال تک ، پھر اسکے بعد اس کا بیٹا عمرو بن مضاض ایک سو بیس سال تک پھر اسکے بعد حارث بن عمرو ایک سو سال تک پھر اسکے بعد عمرو بن الحارث دو سو سال تک پھر اسکے بعد مضاض بن عمرو بن الاصغر چالیس سال حاکم رہا ۔

اس طرح بنی جرہم کی حکمرانی کا دور پانچ صد ساٹھ (۵٦۰) سال تقریباً ہوتا ہے، اس کے بعد بنی خزاعہ نے بنی جرہم کے ساتھ جنگ کی اور بنی جرہم کو مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خود مکہ کے حکمران بن گئے، اور ان کا رئیس عمرو بن لحی الخزاعی لعنۃ اللہ تھا جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک رائج کیا اور کعبۃ المعظمہ میں بت نصب کئے اور وہ جنگ حضرت عدنان کے والد حضرت اُدد کے زمانہ میں ہوئی۔ چنانچہ امام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب ابن واضح الکاتب العباسی المعروف بالیعقوبی متوفی ۲۹۲ھ، اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں،

وھلکت جرہم فی عصرہ۔ (تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۲۲۳)

عرب میں سب سے پہلے شرک عمرو بن لحی الخزاعی لعنۃ اللہ نے رائج کیا

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب دین ابراھیم علیہ السلام پر قائم رہے پھر جب عمرو بن لحیّ (حارثہ) بن عمرو بن عامر بن ماء السماء ابو خزاعہ کعبہ شریف کا متولی ہوا تو اس نے سب سے پہلے بتوں کی پوجا کو رائج کیا،

حدیث شریف میں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا کیونکہ سب سے اوّل اس نے عرب میں شرک رائج کیا تھا"

(بخاری شریف کتاب المناقب)

اور وہ تین صد چالیس سال (۳۴۰) زندہ رہا اور اسکی اولاد اس کے بعد ایک سو ساٹھ برس (۱٦۰) کعبہ معظمہ کے متولی رہے،

چنانچہ امام حلبی "انسان العیون فی سیرت الامین المامون" میں لکھتے ہیں۔

وَعاش عمرو بن لحیّ ھذا ثلثمائۃ واربعین سنۃ ورأی من ولدہ وولد ولدہ الف مقاتل ای مکث ھو وولدہ من بعدہ فی ولایۃ البیت خمس مائۃ سنۃ (ج ۱ ص ۱۱)

اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت قصی بن کلاب نے بنو خزاعہ سے جنگ کی اور انہیں مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خود بیت اللہ کے متولی ہوئے۔

عمرو بن لحی سے پہلے بنی اسمٰعیل دینِ ابراہیمی پر ہی تھے

بنی اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دین پر تھے،

چنانچہ سیرتِ حلبیہ میں ہے،

تظافرت نصوص العلماء علی ان العرب من عھد ابراھیم استمرت علی دینہ ای من رفض عبادۃ الاصنام الی زمن عمرو بن لحیّ فھو اول من غیر دینِ ابراھیم علیہ السلام۔

علماء کی نصوص اس پر موجود ہیں کہ عرب حضرت ابراھیم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر عمرو بن لحی کے زمانہ تک دین ابراھیمی پر قائم تھے۔ یعنی وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے تو سب سے پہلے عمرو بن لحی نے دینِ ابراھیمی کو تبدیل کیا۔

(ج ۱ ص ۱۰)

اس سے واضح ہوا کہ بتوں کی پوجا کا رواج عمرو بن لحی کے زمانہ سے ہوا اور وہ عمرو بن لحی حضرت اُدَد اور حضرت عدنان کے دور میں تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عدنان تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام ملتِ ابراھیمی پر تھے، اور مؤمنین صالحین ہی تھے، اور حضرت عدنان سے حضرت مرّہ تک تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت کلاب سے حضرت عبد اللہ تک تمام آباء کا ایمان بتقاضا عموم نصوص ثابت ہے،

اسلئے ثابت ہوا کہ حضرت ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مومنین صالحین اور محبوبانِ خدا تھے (کذا فی مسالک الحنفاء)

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے ایک کا نام نبت بن ادد اور دوسرے کا نام عمرو بن ادد تھا،

امام سُہَیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں۔

ولعدنان بن أُدَد اخوان نبت بن ادد وعمرو بن ادد (ج ۱ ص ۱۳)

اور حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے آباء کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔

امام دیار بکری نے ان کے نام اس طرح ذکر کئے ہیں،

عدنان بن اُدد بن الہمیسع بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور ہم اسی کو اختیار کرکے آگے اسکی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عدنان کے والد گرامی کا نام اُدَد تھا، چونکہ حضرت اُدَد کی آواز لمبی تھی اور بنی اسماعیل میں وہ صاحب شرف تھے، اسلئے ان کا نام اُدَد رکھا گیا، امام بکری فرماتے ہیں:

انما سمی ادد لانہ کان مدید الصوت طویل العز والشرف"

اور سب سے پہلے عربی قلم سے لکھنا انہوں نے سیکھا اور اس وجہ سے بھی وہ صاحبِ فضیلت ہوئے،

تاریخ خمیس میں ہے:

"اوّل من تعلّم بالقلم من ولد اسماعیل ادد، فُضِّل بالکتابۃ علی اھل زمانہ (ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت اُدَد کے والد کا نام ھمیسع تھا، حضرت ھمیسع کے حالات کی تفصیل ہمیں نہیں مل سکی، حضرت ہمیسع کے والد کا نام نبت تھا، حضرت نبت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، اور وہ نہایت ہی نیک سیرت انسان تھے اور اپنے آباء کرام کے نقشِ قدم پر گامزن تھے، اور وہ شکار کو بہت پسند کرتے تھے،

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخذ بسیر بسیرۃ حسنۃ یحب القنص ویتبع آثار آبائہ"

حضرت نبت کی والدہ کا نام سعیدہ تھا۔

تاریخ خمیس میں ہے:

فتزوج امراءۃ من قومہ یقال لھا سعیدۃ فولدلہ منھا نبت (ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت نبت کے والد کا نام حمل تھا، حضرت حمل رضی اللہ عنہ حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

وکانت ولادۃ حمل فی زمن یعقوب (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۶)

جب حضرت حمل رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو ان سے ان کے والدِ گرامی نے یہ عہد لیا کہ نورِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کی حفاظت کرنا، یہ میثاق لینے کے بعد ان کے ہاتھ سے پکڑا اور انہیں جبلِ ثبیر پر لے گئے، "ثبیر" مکہ معظمہ کے قریب ایک پہاڑ ہے، وہاں ایک نوجوان شخص کی شکل میں حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے قیدار اپنا کان میری طرف کرو تاکہ میں آپ سے کوئی خفیہ بات کرسکوں۔ تو حضرت قیدار نے اپنا کان ان کی جانب کیا، پس عزرائیل علیہ السلام نے کان سے انکی روح قبض کرلی، تو حضرت قیدار زمین پر گر گئے، حضرت حمل یہ دیکھ کر ناراض ہوکر بولے اے فلاں تو نے میرے باپ کو قتل کردیا؟ ملک الموت نے کہا اے بچے اپنے باپ کو دیکھو کیا وہ میت ہے؟ حضرت حمل نے بغور دیکھنے کی غرض سے اپنا سر جھکایا تو ملک الموت غائب ہوگئے۔ حضرت حمل نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، تو وہ جان گئے کہ وہ ملک الموت تھے، اتنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے کوئی شخص آیا اور اس نے حضرت قیدار کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور انہیں جبل ثبیر میں دفن کیا، حضرت قیدار کی قبر الوزجبلِ ثبیر پر ہے، پھر حضرت حمل رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کی سعیدہ نامی خاتون سے نکاح کیا ان سے حضرت نبت پیدا ہوئے۔

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت حمل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ محترمہ کا اسمِ گرامی غاضرہ تھا اور وہ بنی جرہم کے رئیس کی صاحبزادی تھیں اور وہ رئیس بنی جرہم ذھل بن عمرو بن یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھے اور قحطان حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح کا عجیب واقعہ

حضرت قیدار رضی اللہ تعالٰی عنہ کا

حضرت غاضرہ سے نکاح کرنے کا عجیب واقعہ ہے اس واقعہ کو امام دیار بکری نے اپنی کتاب "تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس" میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کے خصائل

کہ حضرت قیدار علیہ السلام کو سات خصلتیں عطا کی گئیں:

نمبر۱: البأس: (بہادری) یعنی حضرت قیدار بہت بہادر اور شجاع تھے۔

نمبر۲: الشدۃ: (قوت وطاقت) حضرت قیدار بہت قوی اور طاقتور تھے۔

نمبر۳: الصراع: (عاجزی وتواضع) حضرت قیدار بہت متواضع انسان تھے۔

نمبر۴: الرمی: (تیر مارنا) حضرت قیدار تیر مارنے اور نشانہ لگانے کے ماہر تھے۔

نمبر۵: القنص: (شکار کرنا) حضرت قیدار پرندوں اور جانوروں کو شکار کیا کرتے تھے۔

نمبر۶: الفروسیۃ: (گھوڑے پر سواری کرنا) حضرت قیدار شہسوار تھے۔

نمبر۷: صاحب الضفیرۃ: حضرت قیدار نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں، زلفوں والے تھے۔

اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ جب کوئی جانور یا پرندہ شکار فرماتے، تو وہ شکار کیا ہوا جانور یا پرندہ بولتا اور یہ کہتا:

لا تذبحنی حتی تسمی اللہ ولا تأکل مما لم یذکر اسم اللہ علیہ

کہ مجھے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہے بغیر ذبح نہ کرنا اور جس مذبوح پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھانا۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک سورج کی طرح چمکتا تھا، اسلئے انہیں حکم ہوا کہ پاکیزہ عورتوں سے نکاح فرمائیں کیونکہ کسی مشرک عورت کا بطن اس نور مقدس کے لائق نہیں ہے، تو حضرت قیدار نے یہ سمجھ کر کہ حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جو عورتیں ہیں وہی پاکیزہ ہیں اور اس نورِ مقدس کے منتقل ہونے کے لائق وہی ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ایک سو عورتوں سے نکاح فرمایا مگر ان میں سے کوئی بھی اس نور مبارک کی حاملہ نہ ہوئی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت قیدار علیہ السلام شکار کے لئے تشریف لے گئے تو جنگلی جانوروں اور پرندوں نے عار دلائی اور یہ آواز دی کہ اے قیدار، ہمیں شکار کرنے سے

یہ بہتر ہے کہ جو نور مبارک آپ کے چہرۂ انور میں چمک رہا ہے اسکو آپ اس نور کی جائے ودیعت میں منتقل کرنے کا ارادہ کریں، تو آپ الہٰ ابراہیم سے ڈریں:

"قد آن لک ان یخرج نور ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم من ظہرک"

آپ کی پشت مبارک سے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے منتقل ہونے کا وقت آگیا ہے۔

تو حضرت قیدار رضی اللہ عنہ مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا مجھے الٰہ ابراہیم علیہ السلام کی قسم! جو میں نے ان جانوروں اور پرندوں کی زبان سے سنا جبتک مجھ پر یہ واضح نہ کر دیا جائے، میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا، اور غمگین ہو کر بیٹھے ہوتے تھے کہ ایک نوجوان آدمی کی صورت میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور آکر اس نے سلام کہا اور فرمایا اے قیدار اللہ تعالیٰ نے آپ کو روئے زمین کا بادشاہ بنایا ہے اور آپ کو آپ کے چچازاد بھائی حضرت عیص جیسی قوت عطا فرمائی ہے، اور آپ کی طرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور منتقل فرما دیا ہے اور وہ آپ کی اولاد سے ہوں گے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں منتقل نہیں ہوں گے تو اگر آپ بحضور الٰہ ابراہیم علیہ السلام قربانی کریں تو اللہ تعالیٰ آپ پر یہ بیان فرما دے گا کہ آپ کس خاتون سے نکاح فرمائیں۔

تو حضرت قیدار علیہ السلام اسی جگہ تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے لے گئے تھے، اور حضرت قیدار نے سات سو دنبے ذبح فرمائے اور یہ دعا فرمائی۔ الٰہی اگر تو مجھے وہ بچہ عطا فرمانیوالا ہے تو میری اس قربانی کو قبول فرما اور مجھے بیان فرما دے کہ کس خاتون سے نکاح کروں؟ اور جب ہی کوئی دنبہ ذبح فرماتے تو آسمان سے سفید زنجیر کی صورت میں آگ اترتی اور اس دنبہ کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے جاتی، حتیٰ کہ آسمان سے یہ ندا آئی، اے قیدار تجھے اتنا ہی کافی ہے، آپ کی دعا قبول کر لی گئی اور آپ کی یہ قربانی مقبول ہو گئی ہے،

"پس آپ شجرۃ الرغد (رغد کسی درخت کا نام ہے) کے نیچے جاکر سو جائیں اور خواب میں جو آپ کو حکم دیا جائے اس پر عمل کریں۔ تو حضرت قیدار اس درخت کے نیچے آکر سو گئے، خواب میں انہیں ہاتف نے ندا کی اور فرمایا:

یاقیدار ان ھذا النور الذی
فی وجھک نور محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم وھو النور
الذی فتح اللہ بہ الانوار وخلق
الدنیا لاجلہ وانہ عربی لا
ینبغی ان یجری الا فی
العربیات فابتغ لنفسک عربیۃ
ولیکن اسمھا الغاضرۃ"

اے قیدار یہ نور جو آپ کے چہرہ میں جلوہ گر ہے
یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ہے
یہ وہ نور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نور
اسی نور سے پیدا فرمائے اور اسی نور کے
سبب دنیا پیدا فرمائی اور یہ عربی ہیں تو
عربی عورتوں کے بطن میں ہی منتقل ہونے
چاہئیں پس آپ اپنے لئے کوئی عربی
عورت تلاش کریں اور اس کا نام غاضرہ ہو

تو حضرت قیدار بیدار ہوئے اور بہت خوش ہوئے اور بنی جرھم کے رئیس کی صاحبزادی حضرت غاضرہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت حمل رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت قیدار کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے قیذر ذکر کیا ہے اور قیذر کا معنی ہے بادشاہ، چونکہ حضرت قیذر اپنے زمانہ میں عرب کے بادشاہ تھے اس لئے ان کا نام قیذر رکھا گیا، حضرت عدنان کا نسب حضرت قیذر تک پہنچتا ہے۔ اور سند کے لحاظ سے یہ روایت قوی ہے،

چنانچہ امام سہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

وذکر من وجہ قوی فی الروایۃ عن نساب العرب
ان نسب عدنان یرجع الی قیذر بن اسماعیل وان
قیذر کان الملک فی زمانہ وان معنی قیذر الملک
اذ فسر (ج ۱ ص ۹)

اور امام زبیدی "تاج العروس" میں لکھتے ہیں کہ حضرت قیذر کے بارے میں بعض علماء کا قول ہے کہ وہ نبی تھے اور ان کا مزار عجم میں سلطانیہ شہر کے قریب ہے اور لوگ اس مزار مبارک کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وقیذار بن اسماعیل بن ابراھیم علیھما وعلی نبینا افضل الصلوٰۃ والسلام وھو ابو العرب وقد قیل فی نبوتہ ایضاً ولہ مشھد یزار قریبا من السلطانیۃ بالعجم

واعقب من ولدہ حمل بن قیذار"
حضرت قیذار کا ایک بیٹا اور بھی تھا اسے سواری کہا جاتا تھا۔
"تاج العروس" میں ہے:
"ولہ ابن آخر یقال لہ سواری" (ج ۳ ص ۴۸۵)

اور حضرت قیذار علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور تھے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

نمبر ۱: نابت: وہ سب سے بڑے بھائی تھے۔
نمبر ۲: مشا نمبر ۳: أربل نمبر ۴: صمعا نمبر ۵: ماشی
نمبر ۶: دما نمبر ۷: آذر نمبر ۸: طیما نمبر ۹: یطور
نمبر ۱۰: نبشا نمبر ۱۱: قیدما،

امام فاسی المکی "العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین" میں لکھتے ہیں:

وامّا اولاد اسماعیل علیہ السلام: فقال ابن ھشام: حدثنا زیاد بن عبد اللہ البکائی عن محمد بن اسحاق قال: ولد اسماعیل بن ابراھیم اثنی عشر رجلا: نابتا وکان اکبرھم، وقیدار، واربل ومشا وصمعا وماشی وذما واذر وطیما ویطور ونبشا وقیدما (ج ۱ ص ۱۳۶)

حضرت قیذار کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ بنت مضاض جرہمیہ اور بقول بعض ہالہ بنت حارث ابن عمرو الجرہمی ہے۔

اور حضرت قیذار رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور لقب ذبیح اللہ ہے، اور وہ اللہ کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قبائل یمن اور حضرموت کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ نے پچاس (۵۰) سال دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اس عرصہ میں بہت تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال تھی، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت اسحاق نبی، علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بیٹی حضرت نسمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عیص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح کرنے کی وصیت فرمائی تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات مکہ شریف میں ہوئی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور کے ساتھ مقام ابراہیم میں مدفون ہوئے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۵)

ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں

اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحٰق علیہ السلام ؟

امام سہیلی اور امام محب الدین الطبری کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ امام فاسی فرماتے ہیں:

واختلف فی الذبیح ھل ھو اسمٰعیل بن ابراھیم او اخوہ اسحٰق بن ابراھیم. والصحیح انہ اسماعیل،

(العقد الثمین ج ۱ صـ۳۲۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن المسیب، امام شعبی، حضرت حسن بصری، مجاھد، ربیع بن انس محمد بن کعب القرظی، امام کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بروایت عطاء بن ابی رباح و یوسف بن ماہک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور صاحب مظہری نے بھی اسی قول کو صحیح کہا ہے۔

(تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۲۶)

اور علامہ محمود آلوسی البغدادیؒ روح المعانی میں امام جلال الدین سیوطی رح کے رسالہ "القول الفصیح فی تعیین الذبیح" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی حضرت ابوہریرہ، ابوالطفیل، ابوجعفر الباقر، ابوصالح، سعید بن جبیر، یوسف بن مہران، ابوعمرو بن العلاء، امام احمد بن حنبل، وغیرھم ائمہ اعلام کا بھی یہی قول ہے، اور اسی قول کو اکثر محدثین نے ترجیح دی اور امام ابوحاتم نے اسی قول کو صحیح کہا، پھر کتاب "الھدی" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علماء صحابہ، تابعین، اتباع تابعین کے نزدیک یہی قول صحیح ہے (روح المعانی ج ۲۳ صـ۱۲۱)

اور اس مسئلہ میں علماء کے فریقین کے دلائل موجود ہیں، ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان دلائل کو ذکر نہیں کرتے، جسے اسکی تفصیل مطلوب ہو وہ تفاسیر کا مطالعہ

کرے خصوصاً مظہری و روح المعانی وغیرہا کتب تفاسیر کو دیکھے،

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام کی وجہ تسمیہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام اسماعیل اسلئے رکھا گیا کہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہ تھی اور آپ اولاد صالح کی دعا فرمایا کرتے تھے اور کہتے:

اِسْمَعْ یَا اِیل : (اے اللہ میری دعا قبول فرما)

ایل کا معنی اللہ ہے، تو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر شریف جب ننانوے (۹۹) برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرماتے جب ان کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان کا نام اسماعیل رکھدیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت ہاجرہ تھا اور وہ اردن کے بادشاہ صادوف قبطی کی ام ولد تھیں، اس بادشاہ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ھبہ کی تھیں، اور اس کا واقعہ مشہور ہے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صـ۸۵ و صـ۱۳۰)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام ہیں: حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار عورتوں سے نکاح فرمایا، سب سے پہلے حضرت سارۃ بنت ہاران ملک حران یا ھاران اکبر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے چچے کی صاحبزادی تھیں اور وہ نہایت ہی حسین تھیں حتی کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی تین حصہ زیادہ حسین تھیں، حضرت ابراھیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سارہ نے کہا اے ابراھیم جس رب نے آپ پر اس آگ کو برد و سلام کردیا میں اس رب پر ایمان لائی ہوں پھر جب حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے گھر واپس تشریف لائے اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا:

(تاریخ الخمیس ج ۱ صـ۸۵)

حضرت سارہ کے بعد حضرت ہاجرہ قبطیہ سے نکاح ہوا، حضرت ہاجرہ کے بعد جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اسکے بعد قطورا بنت لقیطن کنعانیہ سے اور اسکے بعد حجور بنت اھیب عربیہ سے نکاح کیا۔

(تاریخ خمیس ج ۱ صـ۱۳۰)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اولاد

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے تقریباً تیرہ (۱۳) بیٹے تھے۔ ایک حضرت سارہ سے، ان کا نام حضرت اسحٰق علیہ السلام ہے، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ (۱۴) سال چھوٹے تھے، جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی، جس رات حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے بطنِ اقدس میں منتقل ہوئے اسی رات اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کیا اور اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر تقریباً ایک سو بارہ (۱۱۲) سال تھی، ایک حضرت ھاجر قبطیہ سے ان کا نام حضرت اسماعیل ہے، اور چھ بیٹے قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے ان کے نام یہ ہیں:

نمبر۱: مدین نمبر۲: مدان نمبر۳: نیشان نمبر۴: زمران

نمبر۵: یشبق نمبر۶: یشرخ

اور پانچ بیٹے حجور بنت اھیب سے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

نمبر۱: کیسان نمبر۲: سروج نمبر۳: امیم نمبر۴: لوط

نمبر۵: یاسن

★ اور تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت اسحٰق بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہوئے۔

★ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوئے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت

حضرت ابراھیم علیہ السلام جمعہ کی رات دس محرم الحرام طوفانِ نوح کے ایک ہزار اکاسی (۱۰۸۱) سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور طوفانِ نوح حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے دو ہزار دو سو بیالیس (۲۲۴۲) سال بعد آیا، اور بعض کے بقول حضرت ابراھیم علیہ السلام طوفان کے ایک ہزار دو سو بیالیس (۱۲۴۲)

سال بعد پیدا ہوئے، اور بعض کے نزدیک ایک ہزار دو سو تیس (۱۲۳۰) سال بعد پیدا ہوئے، اور حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے تین ہزار آٹھ سو سینتیس (۳۸۳۷) سال بعد پیدا ہوئے،

(تاریخ الخمیس جلد ۱ ص ۷۸)

حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام سوس یا بابل، یا کسکر یا حران میں پیدا ہوئے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دو بھائی تھے

نمبر۱: ھاران: حضرت لوط علیہ السلام کے والد

نمبر۲: اور ناحور، حضرت لقمان علیہ السلام کے دادا،

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی والدہ کا نام نونان یا اذنابنت نمرود تھا۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۷۸، ص ۷۹)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام

حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کے نام میں علماء و مورخین کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے، اور امام مقاتل ابن حیان فرماتے ہیں کہ ان کا نام تارخ ہے اور آزر ان کا لقب ہے اور امام محمد بن اسحٰق، ضحاک، کلبی کے نزدیک ان کا نام آزر اور تارخ دونوں ہیں،

(مظہری ج ۳ ص ۲۵۶)

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے اور آزر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے، اور لفظ اب (باپ) کا اطلاق عم (چچا) پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ کلام عرب میں شائع ہے۔

اور قرآن کریم میں لفظ اب چچا کے لئے استعمال ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ہے:

نعبد الٰھک والٰہ آبائک ابراھیم واسماعیل واسحٰق الٰھًا واحدًا۔

(یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا) ہم عبادت کریں گے تیرے اور تیرے باپ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق علیہم السلام کے معبود کی

کی جو ایک ہی معبود ہے

اور حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں، اور اسماعیل علیہ السلام ان کے چچا ہیں،

چنانچہ قاضی ثناء اللہ مظہری فرماتے ہیں:

وکان آزر علی الصحیح عما لابراهیم والعرب یطلقون الاب علی العم کما فی قوله تعالیٰ نعبد الهك واله ابائك ابراهیم واسماعیل واسحق الهًا واحدًا وکان اسمه ناحور وکان ناخور علی دین آبائه الکرام ثم لما صار وزیر لنمروذ اختار الکفر للحرص فی الدنیا وترك دین آبائه۔

(مظہری ج ۲ ص۲۵۶)

اور سورۃ ابراھیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما کان عمًا له وکان اسم ابیه تارخ

(مظہری ج ۵ ص۲۷۹)

اور امام فخر الدین "مفاتیح الغیب" میں لکھتے ہیں:

ان آزر ما کان والد ابراهیم علیه السلام بل کان عماله فاما والده فهو تارخ (ج ۱۳ ص۳۰)

اور علامہ احمد صاوی مالکی حاشیہ جلالین، میں لکھتے ہیں!

هو عمه واسم ابیه تارخ وسمی ابا علی عادة الاکابر من تسمیة العم ابا (ج ۳ ص۳۹)

اور علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں لکھتے ہیں:

هو عمه لا ابوه الحقیقی والعرب تسمی العم ابا کما تسمی الخالة امًا (ج ۱۳ ص۲۳۰)

اور امام زبیدی "تاج العروس" میں فرماتے ہیں:

هو اسم عم ابراهیم علیه وعلی نبینا افضل الصلوٰة

یعنی قول باری تعالیٰ "واذ قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذ اصنامًا الهة" میں

والسلام، فی الایة المذکورة: وانما سمی العم ابا وجری علیه، القرآن العظیم علی عادة العرب فی ذلك لانهم کثیرا ما یطلقون الاب علی العم واما ابوه فانه تارخ وهذا باتفاق النسابین لیس عندهم اختلاف فی ذلك۔ کذا قاله الزجاج والفراء (ج ۳ ص۱۲)

آزر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور قرآن کریم میں یہ لفظ عرب کے طریقہ کے مطابق استعمال ہوا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر عرب لفظ اب کا اطلاق عم (چچا) پر کرتے ہیں، اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہی تھا، اور اس پر تمام علماء علم نسب کے ماہرین کا اتفاق ہے، اسی طرح امام زجاج، اور امام فراء نے فرمایا ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی "مسالک الحنفاء" میں رقمطراز ہیں:

"ان آزر لیس ابا ابراهیم کما ورد عن جماعة من السلف (ص۲۸)

اور "الدرج المنیفه" میں فرماتے ہیں:

واما آزر فالارجح کما قال الرازی انه عم ابراهیم لا ابوه، وقد سبقه الی ذلك جماعة من السلف: (ص۱۱)

اور امام ابن ابی حاتم بسند ضعیف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن ابی شیبہ ابن المنذر، ابن ابی حاتم باسانید صحیحہ، حضرت مجاھد رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن المنذر بسند صحیح ابن جریج سے اور ابن ابی حاتم بسند صحیح حضرت سدی سے راوی کہ:

لیس آزر بابیه انما هو ابراهیم بن تارخ:

آزر ابراھیم علیہ السلام کے والد نہیں ان کے والد تارخ ہی ہیں۔

اور اسکی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جسکو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سلیمان ابن صرد ابن الجون الخزاعی صحابی متوفی ۶۵ھ سے روایت کیا۔

لما ارادوا ان یلقوا ابراهیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان کانت العجوز

جب (نمرود کی جماعت نے) ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے حتی کہ بڑھی

لتجمع الحطب . فلما ارادوا
ان يلقوه في النار قال:
حسبي الله ونعم الوكيل :
فلما القوه قال الله : يا نار
كوني بردا وسلاما على
ابراهيم . فقال عم ابراهيم :
من اجلي دفع عنه ، فارسل
الله عليه شرارة من النار
فوقعت على قدمه فاحرقته "

عورتیں بھی لکڑیاں اکٹھی کرتی تھیں پھر جب
ان کو آگ میں ڈالنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام
نے کہا " مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا
کارساز ہے "، تو جب انہوں نے ان کو
آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا "
اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی
والی ہو جا " تو ابراہیم علیہ السلام کا چچا
(آزر) بولا کہ میری وجہ سے ابراہیم سے
آگ سے گرمی دور ہوئی ہے۔

پس اللہ تعالےٰ نے آگ کا ایک شعلہ اسکی جانب ارسال فرمایا اور وہ اسکے قدم پر آپڑا تو اسے جلا دیا۔ اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور وہ انہیں ایام میں ہلاک ہو گیا جن ایام میں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اور سورت توبہ میں ہے، اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا :

" ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے اس وقت استغفار کرنا ترک فرما دیا جب ان پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے "،

اور احادیث مبارکہ میں یہ صراحت ہے کہ وہ مشرک ہی مرا اور اسکے مرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اسکے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا،

چنانچہ امام ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں، آپ نے فرمایا :

ما زال ابراهيم عليه السلام
يستغفر لابيه حتى مات، فلما
تبين له انه عدو لله
فلم يستغفر له .

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ
آزر کے لئے اسکی موت تک استغفار
کرتے رہے تو جب ان پر واضح ہوا کہ وہ
اللہ کا دشمن ہے پھر اس کے لئے آپ
نے استغفار نہیں فرمایا۔

اور محمد بن کعب ۔ قتادہ ، مجاہد ، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم اور دیگر اجلہ تابعین سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسکی زندگی میں اپنے باپ کے

ایمان کی امید رکھتے تھے ۔ تو جب وہ ایمان نہ لایا اور مشرک ہی مرا تو آپنے اس کے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا ۔ پھر آپ نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بعد شام کیطرف ہجرت فرمائی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اسے قرآن کریم میں واضح فرمایا ۔ پھر ہجرت سے کچھ مدت بعد آپ مصر میں تشریف لائے ۔ اور ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ حضرت سارہ کی وجہ سے واقعہ ہوا اور اس نے آپ کو حضرت ہاجرہ ھبہ کی پھر آپ واپس شام میں تشریف لائے پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مکہ شریف میں حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتقل کرنے کا حکم فرمایا، تو آپ نے انہیں وہاں منتقل فرما دیا اور یہ دعا فرمائی :

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع سے
ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب o تک

اس حدیث سے واضح ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائے مغفرت اپنے والدین کے لئے آزر کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ بعد فرمائی، اس سے ثابت ہوا کہ جس کے کافر ہونے کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور اس کے لئے ترکِ استغفار ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ حضرت خلیل اللہ کا چچا ہے آپ کا حقیقی باپ نہیں ہے۔

(مسالک الحنفاء ص۲۸ تا ص۳۰)

(روح البیان ج ۴ ص ۴۳۰)

اور اسی پر مؤرخین اہل کتاب کا اجماع ہے، کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ تفسیر مظہری میں ہے :

قد صرح به الشهاب الهيتمي بان اهل الكتاب والتاريخ
اجمعوا على ان آزر عم ابراهيم (ج ۲ ص ۲۵۶)

نیز قاضی ثناء اللہ مظہری ارشاد باری حکایۃ عن ابراہیم علیہ السلام " ربنا اغفرلی ولوالدی " کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

هذه الآية تدل على ان والديه عليه السلام كانا
مسلمين " (ج ۵ ص ۲۷۹)

کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کتب میں ہے۔ "یہ قول کہ" آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا، اور یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آدم علیہ السلام تک مؤمنین صالحین تھے، ان میں ایک بھی غیر مسلم نہ تھا" شیعوں کا ہے، یہ مذہب اہلِ سُنّت کا نہیں؟

یاد رہے یہ کہنا کہ یہ شیعہ حضرات کا مذہب ہے ہرگز درست نہیں بلکہ یہ اکابر صحابہ وتابعین وائمۂ اسلام اور علمائے اہلِ سنت کے جم غفیر کا مذہب ہے۔

علامہ آلوسی رُوح المعانی میں لکھتے ہیں:

والذی عوّل علیہ الجم الغفیر من اھل السنۃ ان آزر لم یکن والد ابراھیم علیہ السلام وادعوا انہ لیس فی آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافر اصلاً (الی ان قال) والقول بان ذٰلک قول الشیعۃ ناشئ من قلۃ التتبع"

یعنی اہلِ سُنّت کے جم غفیر نے جس قول کو معتمد اور معتبر قرار دیا وہ یہ ہے کہ آزر ابراھیم علیہ السلام کے والد نہیں ہیں اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی بھی کافر نہ تھا اور اسے اہل التشیع کا قول قرار دینا قلت تتبع کی بناء پر ہے۔

(رُوح المعانی ج، ص ۱۶۹)

علامہ محمود آلوسی کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ اکثر اہلِ سنت کا مذہب یہی ہے کہ آزر حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ نہیں ہے بلکہ ان کا چچا ہے، اور یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایک بھی کافر نہ تھا، اور اسے اہلِ تشیع کا قول قرار دینا درست نہیں،

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی والدہ کا نام مثلی تھا،

امام ابن ابی حاتم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ:

ان اسم امہ مثلی (رُوح المعانی ج ۷ ص ۱۶۸)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی

وفات حالتِ سجود میں اچانک ہوئی۔ انبیاء میں سے تین کو اچانک موت آئی۔

نمبر ۱: وفات ابراہیم علیہ السلام
نمبر ۲: حضرت داؤد علیہ السلام
نمبر ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام

جب حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی۔ اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر پچھتر (۷۵) سال تھی،

امام ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

ومات ابراھیم ولاسحاق خمس وسبعون سنۃ

(تتمۃ المختصر ج ۱ ص ۱۷)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نواسی (۸۹) سال تھی، حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر اکثر علماء کے نزدیک دوسو (۲۰۰) سال تھی اور بعض کے نزدیک ایک سو پچانوے (۱۹۵) سال تھی، (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۷)

اور امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال تھی "تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" میں ہے:

"عاش ابراھیم مائۃ وخمسا وسبعین" (ج ۱ ص ۱۷)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔

"ابراھیم بن تارخ بن ناخور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن شالخ بن قینان بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام"

(تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص ۱۵)

جب حضرت ابراھیم علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت تارخ کی عمر ستر (۷۰) سال تھی،

"تاریخ ابن الوردی" میں ہے:

ولما صار لتارخ سبعون سنة ولد له ابراهيم الخليل الله صلی الله علیه وآله وسلم۔ (ج ۱ ص۱۳)

اور حضرت تارخ رضی اللہ عنہ کی کل عمر دو سو پانچ سال (۲۰۵) تھی۔ اور جب حضرت تارخ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال تھی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر چھتیس (۳۶) سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بائیس (۲۲) سال تھی، اور حضرت تارخ کے دو بھائی تھے:

نمبر ۱: آزر نمبر ۲: ہاران: حضرت سارہ کے والد۔ اور امام بکری فرماتے ہیں کہ حضرت تارخ کی عمر دو سو پچاس سال تھی۔ (تاریخ الخمیس، ج ۱ ص۲)

اس طرح حضرت تارخ کی وفات کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال ہوتی ہے،

اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اکاسی (۸۱) اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی سڑسٹھ (۶۷) سال ہوتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام تک

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء مومنین وصالحین تھے

حضور سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت تارخ رضی اللہ عنہ تک تمام آباء کرام کا مومنین، صالحین، محبوبانِ خدا ہونا ہم نے دلائلِ قاہرہ و براہینِ قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں فللہ الحمد، اور اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء کرام حضرت تارخ سے حضرت نوح علیہ السلام تک کے مومنین صالحین اور محبوبانِ خدا ہونے پر دلائل لاتے ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت ارفخشذ سے حضرت تارخ تک تمام آباء کے مومن ہونے کی صراحت ہے۔ امام سیوطی رح فرماتے ہیں:

ومن ولد ارفخشذ الی تارخ ورد التصریح بایمانهم فی اثر (مسالک الحنفاء ص۲)

امام ابن سعد "طبقات" میں بطریق کلبی حضرت ابو صالح سے وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے،

ان نوحا علی نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام لما هبط من السفینة هبط الی قریة (وکان معه ثمانون رجلاً) فبنی کل رجل منهم بیتا فسمیت سوق الثمانین. فغرق بنو قابیل کلهم، وما بین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام، فلما ضاقت بهم سوق الثمانین تحولوا الی بابل فبنوها فکثروا بها حتی بلغوا مائة الف وهم علی الاسلام ولم یزالوا علی الاسلام وهم ببابل حتی ملکهم نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح فدعاهم نمرود الی عبادة الاوثان ففعلوا۔"

(طبقات ابن سعد)

کہ حضرت نوح علیہ السلام (طوفان ختم ہونے کے بعد) اسی (۸۰) افراد کے ہمراہ ایک بستی میں اترے تو ہر شخص نے اپنا ایک گھر بنایا تو اس جگہ کا نام سوق الثمانین رکھ دیا گیا، اور قابیل کی تمام اولاد طوفان میں غرق ہو گئی، اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء دینِ اسلام پر عمل پیرا تھے، پھر جب مقام "سوق الثمانین" ان پر تنگ پڑ گئی تو پھر انہوں نے بابل کا شہر بنایا تو اس وقت ان کی تعداد اور بڑھتی گئی حتیٰ کہ ایک لاکھ افراد ہو گئے اور وہ سب کے سب دینِ اسلام پر عمل پیرا تھے اور وہ ہمیشہ دینِ اسلام پر ہی قائم رہے، اور وہ بابل شہر میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح ان کا بادشاہ ہوا تو اس نے انہیں بتوں کی پوجا کی دعوت دی پس انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی۔"

اس حدیث پاک سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ حضرت تارخ سے حضرت

نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام مؤمنین صالحین اور محبوبانِ خدا تھے، اور یہ کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب کا ایک ہی دین دینِ اسلام تھا اور کوئی دین نہ تھا یعنی اس سے وحدتِ دین بھی ثابت ہوئی، اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ دینِ فطرت ہے،

آقائے دوجہاں سرورِ کون ومکاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

کل مولود یولد علی الفطرۃ ای علی فطرۃ الاسلام"

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اسی وجہ سے یہ دین نہ کبھی تبدیل ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ ہوگا،

ارشادِ ربِ کریم ہے:

" فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۰

(سورۃ الروم: ۳۰)

" اللہ کی ڈالی بناء جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بنائی ہوئی چیز تبدیل نہیں ہو سکتی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

لہٰذا اسی ایک دین دینِ اسلام پر قائم رہو کہ دین صرف یہی ہے اور کوئی نہیں، تو جو دینِ اسلام کا دشمن ہے وہ اپنی فطرت کا دشمن ہے، اور جو اپنی فطرت کا دشمن ہو وہ کسی اور کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا اسی لئے حکم ہوا، ایمان والو! جو لوگ اپنی فطرت کے ہی دشمن ہیں تم انہیں اپنا درست مت سمجھو وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، بلکہ وہ تمہارے بھی دشمن ہی ہیں۔

حضرت تارخ کے والد کا نام ناخور ہے، جب حضرت تارخ پیدا ہوئے تو اس وقت ان کے والد کی عمر بقول امام بکری " ستائیس (۲۷) سال تھی،

چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے:

وولد لناخور تارخ بالمثناۃ فوق وفتح الراء بعد ما مضی من عمرہ سبع وعشرون سنۃ (ج ۱ ص۲۷)

اور امام ابن الوردی کے نزدیک ان کی عمر اناسی (۷۹) سال تھی۔

"تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" میں ہے:

ولما صار لناخور تسع وسبعون سنۃ ولد لہ تارخ (ج ۱ ص۱۳)

اور حضرت ناخور رضی اللہ عنہ کے والد کا نام شاروغ اور توریت میں ان کا نام سروجا لکھا ہے، جب وہ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر بقولِ ابن الوردی ایک صد تیس (۱۳۰) سال اور بقول امام بکری تیس (۳۰) سال تھی اور حضرت ساروغ کی پوری عمر تین صد تیس (۳۳۰) برس تھی۔

حضرت ساروغ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت راغو یا ارغو تھا جب حضرت شاروغ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ارغو کی عمر بتیس (۳۲) یا دوسو بتیس (۲۳۲) برس تھی، اور حضرت ارغو کی پوری عمر دوسو انتالیس (۲۳۹) یا تین صد انتالیس (۳۳۹) سال تھی، توریت میں ان کا نام سرور لکھا ہے،

حضرت ارغو رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت فالغ رضی اللہ عنہ تھا جب حضرت ارغو پیدا ہوئے، اس وقت ان کے والد کی عمر تیس (۳۰) یا ایک صد تیس (۱۳۰) سال تھی، اور جس زمانہ میں حضرت ارغو پیدا ہوئے اسی زمانہ میں بنو نوح (حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد) کئی قبائل ہوئے اور مختلف علاقوں میں آباد ہوئے اور مختلف زبانیں بولنے لگے، اور اس وقت طوفانِ نوح کو چھ صد ستر (۶۷۰) سال ہو چکے تھے، اس سے قبل سب کی زبان ایک ہی تھی یعنی عربی زبان تھی، حضرت فالغ کی پوری عمر تین صد انتالیس (۳۳۹) برس تھی۔ حضرت فالغ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام یشاصا تھا اور حضرت فالغ رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ان کا نام قحطان تھا، حضرت فالغ کے والد کا نام حضرت عابر تھا بقولِ بعض حضرت عابر ہود علیہ السلام کا نام ہے، اور وہی حضرت فالغ کے والد ہیں، انہیں اللہ تعالےٰ نے قومِ عاد کی طرف مبعوث فرمایا، اور قومِ عاد، عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھے، اور عاد کے دو بیٹے تھے ثمود، وجدیس اور طسم، عملاق، امیم لاود بن سام بن نوح کی اولاد تھے، اور وہ سب عربی تھے، اور بنو عاد بہت طویل القامت لوگ تھے حتیٰ کہ انمیں سب سے چھوٹا شخص ساٹھ ہاتھ کا ہوتا اور سب سے بڑے آدمی کا قد ایک

سو ہاتھ ہوتا تھا اور وہ احقاف یعنی مقام عالج، دھناء اور مدین، یمن عمان اور حضرموت کے درمیان رہتے تھے، اور وہ بتوں کے پوجاری تھے، ان کے بتوں کے نام،

نمبر۱: صدا نمبر۲: صمودا نمبر۳: ہبا تھا۔

جب حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے اور انہیں بتوں کی پوجا سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، تو اللہ تعالٰی نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور وہ تباہ و برباد ہوگئے، اور حضرت ہود علیہ السلام اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے اللہ نے انہیں نجات عطا فرمائی اور وہ اسکے بعد مکہ شریف چلے آئے اور پھر وہیں رہے۔ اور مقام ابراہیم کی جگہ حضرت ہود علیہ السلام مدفون ہوئے۔

اور بقولِ بعض حضرموت میں مدفون ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی پوری عمر ایک صد پچاس (۱۵۰) یا چار سو چونسٹھ (۴۶۴) برس تھی، قوم عاد کے تباہ ہونے کے بعد پچاس سال دنیا میں جلوہ گر رہے، جب حضرت ہود (عابر) علیہ السلام کی عمر ایک سو چونتیس (۱۳۴) سال ہوئی تو اس وقت حضرت فالغ پیدا ہوئے۔

حضرت عابر علیہ السلام کے والد کا نام حضرت شالخ رضی اللہ عنہ تھا، حضرت عابر جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی، اور بقولِ بعض صرف تیس برس (۳۰) تھی اور حضرت شالخ رضی اللہ عنہ کی پوری عمر چار سو چونتیس (۴۳۴) یا چار سو چونسٹھ (۴۶۴) یا چار صد ساٹھ (۴۶۰) برس تھی، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چھ سو انہتر (۶۶۹) سال تھی۔

حضرت شالخ کی والدہ کا نام مرجانہ تھا، اور شالخ کا معنی رسول (قاصد) ہے، امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت شالخ کی ولادت طوفان کے دو سو چھہتر (۲۷۶) سال بعد ہوئی اور طوفان کے تین سو پچاس (۳۵۰) سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت حضرت شالخ کی عمر چوہتر (۷۴) سال تھی، اور حضرت نوح علیہ السلام کی پوری عمر نو صد پچاس (۹۵۰) سال تھی، اس طرح جب حضرت شالخ پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر آٹھ صد چھہتر (۸۷۶) برس تھی۔

حضرت شالخ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ عنہ تھا، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد انتالیس (۱۳۹) سال تھی، اور حضرت قینان کی پوری عمر چار صد تیس (۴۳۰) سال تھی۔ حضرت قینان

طوفان کے ایک سو چونتیس سال بعد پیدا ہوئے۔

حضرت قینان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت ارفخشذ رضی اللہ عنہ تھا، ارفخشذ کا معنی ہے مصباح مضیئی (روشن چراغ) جب حضرت قینان پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد پینتیس (۱۳۵) سال تھی، اور حضرت ارفخشذ کی پوری عمر چار صد پینسٹھ (۴۶۵) سال تھی، اور بقول بعض ان کی عمر (۴۳۸) چار صد اڑتیس سال تھی۔

حضرت ارفخشذ کے مومن ہونے کی حدیث میں صراحت ہے، امام ابن عبد الحکم نے "تاریخ مصر" میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث میں یہ لفظ ہیں:

انہ ادرك جدہ نوحا وانہ دعا لہ ان یجعل اللہ الملك والنبوۃ فی ولدہ:

یعنی حضرت ارفخشذ نے اپنے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام کی زیارت کی اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے اس بیٹے کی اولاد کے نصیب میں نبوت اور زمین کی بادشاہت کر دے۔

(مسالک الحنفا۔ صـ۲۶)

حضرت ارفخشذ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت سام علیہ السلام ہے، حضرت سام علیہ السلام کا مومن ہونا باجماع اُمت اور قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے، کیونکہ وہ اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں رہے اور طوفان سے نجات پائی اور کشتی نوح میں صرف ایمان والے ہی تھے، بلکہ حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سام علیہ السلام نبی تھے،

اس حدیث کو امام سعد نے "طبقات" میں اور زبیر بن بکار نے "الموفقیات" میں اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت کلبی رح سے روایت کیا۔

(مسالک الحنفا، صـ۲۷)

جب حضرت ارفخشذ پیدا ہوئے اس وقت حضرت سام علیہ السلام کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال تھی، حضرت ارفخشذ رضی اللہ عنہ کے چار بھائی تھے:

نمبر۱: ارم نمبر۲: اسوذ نمبر۳: عویلم نمبر۴: لاود

اور عرب، فارس، یمن، روم، عاد، ثمود، طسم، جدیس سب کے

سب حضرت سام کی اولاد ہیں حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے قائم مقام تھے ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں اپنا وصی اور ولی عہد بنایا تھا،

حضرت سام علیہ السلام کی اولاد زمین کے وسط میں یعنی حرم شریف میں اور اسکے ارد گرد یمن سے عمان تک اور اسمیں بیت المقدس اور دریاۓ نیل ، فرات ، دجلہ ، سیحون بھی شامل ہیں ، رہائش پذیر ہوئے ، اور حضرت سام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی اور آپ کا دارالحکومت بھی وہی جگہ تھی ، حضرت سام کی پوری عمر چھ سو (۶۰۰) سال تھی۔

اور حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے ، ان کی والدہ کا نام حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا تھا اور بعض کے نزدیک حضرت سام کی والدہ کا نام عمورۃ رضی اللہ عنہا تھا اور وہ پاک سیرت ، مومنہ صالحہ تھیں ،

تاریخ خمیس میں ہے :

" فتزوج نوح عمورۃ وكانت من الصالحات القانتات فولدت له ساما۔"

حضرت سام طوفان سے اٹھانوے (۹۸) سال قبل پیدا ہوئے ، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو (۵۰۰) سال تھی ۔ اور عرب و عجم کے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت سام بن نوح کی اولاد سے ہیں ،

امام بکری فرماتے ہیں :

" ومن ولده الانبياء كلهم عربهم وعجمهم "

حضرت سام علیہ السلام کے تین بھائی تھے :

نمبر ۱ : یافث ۔ حضرت یافث کی اولاد سے ترک ، یاجوج ماجوج ، خوز صقالبہ ، ترخان ۔ ہیں ، اور وہ روم کے شمال میں اور چین میں اور اسکے ارد گرد رہائش پذیر ہوئے ۔

نمبر ۲ : حام : ان کی اولاد سے سوڈانی ، حبشہ ، زنج ، نوبہ ، فرنج قبطی ہیں ،

نمبر ۳ : یام : اور اسکو کنعان بھی کہا جاتا ہے ، اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ جن کا نام واغلہ تھا ، کا بیٹا تھا وہ اور اسکی ماں دونوں کافر تھے اور وہ دونوں طوفان میں غرق ہو گئے ، اور انکی اولاد بھی ساری غرق ہو گئی اسکی نسل کا کوئی

فرد باقی نہ رہا۔

حضرت سام علیہ السلام کے والد گرامی حضرت نوح علیہ السلام ہیں آپ کا لقب آدم ثانی ہے کیونکہ تمام بنی نوع انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں ،

حضرت نوح علیہ السلام اہل ارض کی جانب اللہ کی طرف سے مبعوث کئے ہوئے سب سے پہلے رسول ہیں ،

(تاریخ خمیس ج ۱ صـ ، تتمۃ المختصر فی اخبار البشر ج ۱ صـ ۱۳)

حضرت نوح علیہ السلام کے اصل نام میں علماء کا اختلاف ہے ، امام قشیری نے ان کا نام یشکر ، حیات الحیوان میں ان کا نام عبدالجبار ، الانس الجلیل میں ان کا نام عبدالغفار ذکر کیا ہے ۔ اور نوح آپ کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ ایک بار آپنے کتے کو فرمایا اللہ نے تجھے کتنا وحشی بنا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے عبدالغفار تم اسکو اچھا بنا دو بس اسی وجہ سے اسقدر روئے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر وحی فرمائی اور فرمایا اے نوح کتنا روؤ گے بس کرو ، تو بہت رونے کی وجہ سے آپ کو نوح کہا جاتا تھا ، اور آپ تین سو سال تک روتے رہے اور بعض نے آپ کے رونے کی یہ وجہ بیان کی کہ آپ اپنی امت کیلئے استغفار کرتے ہوئے بہت روتے تھے ، حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ، اس وقت انکی عمر چار صد اسی (۴۸۰) سال تھی اور آپ نے ایک سو بیس سال (۱۲۰) دینِ اسلام کی تبلیغ فرمائی اور بہت تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے پھر آپ نے ان کے خلاف طوفان کی دعا فرمائی اس وقت ان کی عمر چھ صد (۶۰۰) سال تھی ، اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قابیل بن آدم کی اولاد اور حضرت شیث علیہ السلام کی نسل کے جو لوگ قابیل کی اولاد سے مل گئے تھے ان کی طرف مبعوث فرمایا ، وہ سب کفار تھے ،

کشتی نوح علیہ السلام

جب حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے لئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم فرمایا کہ ایک کشتی بناؤ اور اسمیں اولاد اور دیگر ایمان والوں کو سوار کرنا ۔ اس طرح میں تمہیں طوفان سے نجات عطا فرماؤں گا ، تو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی وہ چھ سو ساٹھ (۶۶۰) ہاتھ لمبی اور تین سو بیس (۳۲۰) ہاتھ چوڑی اور بتیس (۳۲) ہاتھ اونچی تھی ، اور اسکے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تھے ، ہر تختہ پر ہر ایک نبی کا

نام لکھا ہوا تھا، پہلے تختے پر حضرت آدم، دُوسرے پر حضرت شیث، تیسرے پر حضرت ادریس، چوتھے پر حضرت نوح، پانچویں پر حضرت ہود، چھٹے پر حضرت صالح، ساتویں پر حضرت ابراھیم علیہم السلام اسی طرح تمام انبیاءِ کرام کے اسماء گرامی اور آخری تختہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مقدس تھا، جب کشتی تیار ہوگئی تو اللہ تعالےٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے نوُح ابھی یہ کشتی نامکمل ہے، اسمیں چار تختے اور شامل کرو اور دریائے نیل میں بہت لمبا درخت ہے اسے کاٹ کر اس سے وہ تختے بناؤ حضرت نوح علیہ السلام نے عوج بن عنق کو بھیجا اور وہ اس درخت کو کاٹ لایا اور نوح علیہ السلام نے اسکے چار تختے بنائے اور اپنی کشتی کو مکمل کیا انمیں پہلے تختہ پر حضرت ابوبکر صدیق، دوسرے پر حضرت عمر فاروق، تیسرے پر حضرت عثمان غنی، چوتھے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم لکھا تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرائیل یہ چار کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ چار محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء کے اصحاب ہیں، انکی اُمت کے اقطاب ہیں جیسے آپ کی کشتی ان چار تختوں کے بغیر مکمل نہیں ہوئی ایسے ہی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ان چار شخصیتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوگی۔"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص۶۸، ص۶۹)

حضرت نوُح علیہ السلام کا نسب

حضرت نوُح علیہ السلام کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے :-

"نوح بن لامخ بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام"

بعض نے حضرت نوُح علیہ السلام کے والد کا نام لمک ذکر کیا ہے،

اور بعض نے لامک ذکر کیا ہے جب حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت ان کے والد کی عُمر پانچ صد بچانوے (۵۹۵) سال تھی،

اور حضرت آدم علیہ والسلام کی وفات کو ایک سو چھبیس (۱۲۶) برس ہو چکے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا نام اصح روایت کے مطابق شمخاء بنت انوش اور بقول بعض قینوش ابنہ مراکیل بن فخویل یا مراکیل بن مخاویل یا مخاویل بن اخنوخ ہے۔

تاریخِ خمیس میں بحوالہ معالم التنزیل اور انوار التنزیل، امام بغوی لکھتے ہیں،

كان لمك وشمخاء ابو نوح مومنين (ج ۱ ص۶۸)

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے والدین، لمک و شمخاء، دونوں مومن تھے،

اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) سال تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُترے ایک ہزار چھ صد بیالیس (۱۶۴۲) سال ہو چکے تھے، اور جب حضرت نوُح علیہ السلام کی عمر چونتیس (۳۴) سال ہوئی، اس وقت حضرت مہلائل بن قینان نے آٹھ صد پچانوے سال (۸۹۵) کی عمُر میں وفات پائی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دو سو چھیاسٹھ (۲۶۶) برس ہوئی تو اسوقت یرد بن مہلائیل نے نو سو باسٹھ (۹۶۲) سال کی عمُر میں وفات پائی، اور حضرت نوُح علیہ السلام کے پردادہ حضرت اخنوخ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام جب آسمانوں پر اٹھائے گئے اس وقت ان کی عمُر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) سال تھی، اور حضرت لامخ کی عمر تیرہ (۱۳) برس تھی اور یہ واقعہ حضرت نوُح علیہ السلام کی ولادت سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال قبل ہوا، اور حضرت نوُح علیہ السلام کے دادا حضرت متوشلخ بن اخنوخ کی وفات طوفان کے ابتدائی ایام میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر نو صد انہتر (۹۶۹) سال تھی (ج ۱ ص۱۰ و ص۱۱)

اور حضرت لامخ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت متوشلخ رضی اللہ عنہ ہے، حضرت متوشلخ رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کی عمر ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) سال تھی، اور حضرت متوشلخ کی والدہ کا نام عدانہ یا ادانہ یا روحا ہے، جب حضرت ادریس علیہ السلام کا ان سے نکاح ہوا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (۶۵) برس تھی، حضرت متوشلخ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے نقشِ قدم پر تھے، اور آپ نے سب سے پہلے ہاتھی پر سواری کی۔

(تاریخ خمیس ج ۱ ص۶۵ (ابن الوردی ج ۱ ص۱۰)

حضرت لامخ جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت متوشلخ رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو ستر سٹھ (۱۶۷) سال تھی،

حضرت متوشلح رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت اخنوخ (ادریس علیہ السلام) ہے، حضرت اخنوخ نبی تھے، اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور بقولِ بعض حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال بعد پیدا ہوئے اور جمہور کے نزدیک دو صد سال (۲۰۰) بعد پیدا ہوئے۔

جب حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر بیس (۲۰) سال ہوئی تو اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار ایک صد بیالیس (۱۱۴۲) سال ہو چکے تھے،

حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال تھی۔

(ابن الوردی ج ۱ صنا)

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے، اور سب سے پہلے سِلے ہوئے کپڑے آپ نے پہنے اور کپڑے سینے کا کام آپ نے ہی شروع فرمایا اور سب سے پہلے قلم سے لکھنا بھی آپ نے شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس (۳۰) صحیفے نازل فرمائے، اور آپ پر چار مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، نیز علمِ نجوم اور علم الحساب (ریاضی) کے بانی بھی آپ ہیں۔

یونانی حکماء آپ کو ہرمس الحکیم کہتے ہیں"

اور سب سے پہلے اسلحہ آپ نے تیار کرنا شروع کیا۔ اور کفار (اولادِ قابیل) کے خلاف جہاد کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) برس تھی اور آپ زندہ ہیں۔

چار نبی زندہ ہیں

چار نبی زندہ ہیں: دو زمین میں:

نمبر ۱: حضرت خضر علیہ السلام

نمبر ۲: حضرت الیاس علیہ السلام

اور دو آسمانوں میں:

نمبر ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نمبر ۲: حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کی والدہ کا نام **اغنوث یا بزورہ** تھا۔

(تاریخِ خمیس ج ۱ ص ۶۵، ۶۶، ۶۷)

حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کے والد کا نام یزد رضی اللہ عنہ ہے، جب حضرت یزد پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد پینسٹھ (۱۶۵) سال تھی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر چار صد ساٹھ (۴۶۰) سال تھی، ان کے والد نے انہیں اپنا وصی بنایا تھا،

امام دیار بکری رح فرماتے ہیں:

"وکان هو الفتی ثم بوصیة ابیه" (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۶۵)

حضرت یزد کے والد کا نام حضرت مہلائیل رضی اللہ عنہ ہے۔ مہلائیل کا معنیٰ ممدوح (تعریف کیا ہوا یا تعریف کرنے والا) ہے،

زمین پر پہلے دو شہر

کائناتِ ارضی پر حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کے دادا حضرت مہلائیل نے بابل کا شہر عراق میں اور بلد سوس خوزستان میں بنایا، یہی دو شہر سب سے پہلے بنائے گئے۔ اور آپ نے معادن کا استخراج کیا اور اپنے دور کے لوگوں کو مسجدیں بنانے کا حکم فرمایا۔ اور مزامیر وغیرہ آلاتِ لہو بھی آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

قابیل بن آدم کی اولاد کے ایک شخص **توبال** نامی نے مزامیر، طنبور سے طبلے وغیرہ آلاتِ لہو بنائے،

حضرت مہلائیل نے زراعت وغیرہ کی ترغیب دی اور اعمالِ صالحہ کا حکم فرمایا:

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۶۴)

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ حضرت مہلائیل کی عمر ایک سو پینتیس (۱۳۵) برس ہوئی تو آدم علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور اس وقت بنی آدم کی تعداد چالیس ہزار تھی،

(ج ۱ صنا)

جب حضرت مہلائیل پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایکصد ستر (۱۷۰) سال تھی۔

حضرت مہلائیل رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ عنہ ہے،

حضرت قینان جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر نوے (۹۰) برس تھی، حضرت قینان کی والدہ کا نام نعمۃ بنت شیث بن آدم علیہ السلام ہے۔

حضرت قینان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام انوش بن شیث علیہ السلام ہے،

حضرت انوش رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام محوالیۃ بنت آدم علیہ السلام ہے۔ اور وہ حضرت حوا علیہا السلام کی نہایت حسینہ وجمیلہ بیٹی تھیں۔ ان کا نکاح خود رب کائنات نے فرمایا اور خطبۂ نکاح تمام فرشتوں کی موجودگی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پڑھا، حضرت انوش رضی اللہ عنہ اپنے والد کے وصی تھے۔

جب حضرت انوش پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر چھ سو پانچ (۶۰۵) برس تھی، انوش کا معنیٰ صادق ہے۔

حضرت انوش رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت شیث علیہ السلام ہے۔

ولادتِ حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت حضرت ھابیل کے قتل ہونے کے پانچ سال بعد ہوئی، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس سال تھی، حضرت شیث علیہ السلام شکل وصورت کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے اور اولادِ آدم میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے افضل اور آدم علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت انہیں لیل ونہار کی ساعات اور ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ عبادت کی تعلیم فرمائی، اور انہیں اپنا وصی مقرر کیا اور آپ کو طوفانِ نوح کی خبر دی، آپ پر پچاس (۵۰) صحیفے نازل ہوئے،

ھبوطِ آدم کے ایک ہزار ایک سو بیالیس (۱۱۴۲) سال بعد آپ کی وفات ہوئی۔ اور جبل ابی قبیس میں مدفون ہوئے،

"شیث" کا معنیٰ ہے: ھبۃ اللہ یا عطیۃ اللہ،

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت حوا علیہا السلام اور آپ کے والد مکرم حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق کچھ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی عمر کتنی تھی اور آپ کہاں مدفون ہیں؟

حضرت آدم ابوالبشر اور حضرت حوا علیہما السلام کی عمریں اور مدفن

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر شریف نو سو ساٹھ یا نو سو تیس (۹۶۰/۹۳۰) سال تھی اور

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر حضرت حوا سے ایک سال زیادہ تھی

حضرت آدم علیہ السلام کے مدفون ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے،

ایک روایت یہ ہے:

"کہ آپ گیارہ دن مریض رہے اور پھر جمعہ کے دن مکہ شریف میں آپ کی وفات ہوئی اور فرشتوں نے آپ کو غسل دیا اور حنوط لگائی، طاق کپڑوں میں کفن دیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تمام فرشتوں نے اولادِ آدم نے ان کی اقتدا کی"،

"اور ایک روایت کے مطابق حضرت شیث علیہ السلام نے بحکم جبرئیل علیہ السلام آپ کی نماز پڑھائی اور آپ کی قبر کھدوائی اور لحد بنوائی اور آپ کو دفن کیا اور پھر فرشتوں نے بنی آدم سے کہا: ھذہ سنتکم، یہ تمہارے لئے سنت ہے،

بعض کے نزدیک آپ کی قبر جبل ابی قبیس کے غار الکنز میں ہے،

اور بقولِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ھند کے پہاڑ نود میں ہے۔

اور بقولِ بعض سراندیپ میں ہے۔ اور حضرت حوا علیہا السلام کی وفات آدم علیہ السلام کے ایک سال بعد ہوئی اور دونوں کی قبر ایک جگہ ہے،

طوفانِ نوح تک سراندیپ میں مدفون رہے جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں نکال کر ایک تابوت میں لاکر دونوں کو مسجدِ خیف میں دفن کیا۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صفحہ ۶۳، ۶۴)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک ہے اور آپ کے نسب مبارک میں کوئی بھی غیر مسلم

تعالیٰ الحمد للہ، ہم نے یہ مسئلہ دلائل سے بخوبی واضح کر دیا ہے۔ طالبانِ حق کے لئے اسی قدر کافی ہے ۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کے بعد آخر میں ایک سوال کا جواب۔ اور اس کے بعد امہاتِ نبوی کی کچھ تفصیل سپردِ قلم کرتے ہیں نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی امہات تمام مومنہ تھیں ، فللہ الحمد ،

○

حدیث اِنَّ اَبِیْ وَ اَبَاکَ فِی النَّار کا جواب

سوال: مسلم شریف میں ایک حدیث حماد بن سلمہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے حضور علیہ السلام سے اپنے والد کے متعلق پوچھا جو کہ فوت ہو چکا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہیں "۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد مومن نہیں ہیں۔ اگر مومن ہوتے تو جہنم میں کیسے جاتے ؟

الجواب:

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مُعَلَّل ہے ، قابلِ حجت نہیں ہے۔ حدیث کے مُعَلَّل ہونے کی وجوہات :

(۱) اس حدیث کو امام مسلم نے اور امام ابوداؤد نے بطریق حماد ابن سلمہ حضرت ثابت سے وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں :

حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

" ان رجلاً قال یا رسول اللہ اَیْنَ اَبِی ؟ قال فی النار، فلما قفا دعاہُ فقال ان ابی و اباک فی النار "

" یعنی ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرا باپ کہاں ہے ؟ (جنت میں یا دوزخ میں) آپ نے ارشاد فرمایا وہ جہنم میں ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسکو بلایا اور فرمایا بلاشبہ میرا باپ اور تیرا باپ جہنم میں ہیں "۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام مسلم، امام بخاری سے منفرد ہوئے ہیں اور اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کی ہے۔

نمبر۱: اس حدیث کی سند میں دو راوی حضرت حماد ابن سلمہ اور حضرت ثابت دونوں پر ائمہ جرح و تعدیل نے جرح فرمائی۔ چنانچہ امام ابن عدی الکامل فی الضعفاء میں لکھتے ہیں، کہ حضرت ثابت ضعیف راوی ہیں اور ان سے مروی احادیث میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں نکارت پائی جاتی ہے۔

نمبر۲: حضرت حماد ابن سلمہ اگرچہ جلیل القدر امام، عابد عالم تھے، مگر اسکے باوجود محدثین کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے۔ اور امام بخاری نے ان کے متعلق سکوت فرمایا اور اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں کی، اور امام حاکم اپنی کتاب " المدخل الی الصحیح " میں لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت حماد ابن سلمہ سے اصول میں کوئی روایت نہیں نقل کی، سوائے مذکورہ حدیث کے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حماد ثقہ ہیں لیکن ان سے مروی احادیث بہت سی منکر ہیں۔ اور ان کا حافظہ کمزور تھا۔

اب ہم وہ احادیث شواہد کے طور پر لاتے ہیں جو حضرت حماد ابن سلمہ سے مروی ہیں اور وہ منکر احادیث ہیں۔

(۱) حضرت حماد ابن سلمہ نے حضرت ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۳ فلما تجلی ربہ للجبل تلاوت فرمائی، اور اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خنصر انگلی کا ایک کنارہ نکالا، اور اسے اپنے ابہام پر

مارا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ امام مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابن جوزی نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے ثابت نہیں ہے اور منکر ہے اور یہ ان روایات میں سے ہے جو امام حماد ابن سلمہ کی کتب میں روایاتِ موضوعہ پائی جاتی ہیں۔ حدیث کے اصل لفظ یہ ہیں:

این ابی قال فی النار، قال فاین ابوك قال حیث مررت بقبر کافر فبشره فی النار۔

امام سیوطی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

هذا حدیث صحیح (التعظیم والمنة ص۲۲)

ترجمہ:-

"ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ اس نے کہا تو آپ کا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی کافر کی قبر سے گزرے تو اُسے جہنم کی بشارت دے دو۔"

اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کے مرتد ہونے کے خدشہ کی وجہ سے ایسا جواب دیا جس میں توریہ تھا، اور اسمیں یہ وضاحت نہیں تھی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بھی اسکے والد کے ساتھ جہنم میں ہیں۔ راوی کو اس سے وہم ہوا اور اس نے اپنی سمجھ کے مطابق حدیث کو بالمعنی روایت کر دیا۔

ان دو علتوں کی وجہ سے یہ حدیث ان ابی وایاك فی النار، معلل ہے اور قابلِ حجت نہیں ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مؤمنہ ہونے کی دلیل

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بسند امام زہری اُم سماعہ بنت ابی رھم سے روایت کی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حالتِ مرض میں تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کے سرہانے جلوہ افروز تھے، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے:

بارك فيك الله من غلام
يا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام
فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام
ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام
من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل والحرام
تبعث بالتخفیف والاسلام
دین ابیك البر ابراهام
فالله ینهاك عن الاصنام
ان لا توالیها مع الاقوام

اسکے بعد حضرت آمنہ نے کہا: ہر زندہ کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر نئی چیز کو پرانا ہونا ہے۔ اور میں بس جہانِ فانی سے رخصت ہونے والی ہوں اور میری یاد باقی رہے گی کیونکہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا وہ پوری خلق سے بہتر اور طیب و طاہر ہے، پھر انکا انتقال ہوگیا، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جنوں کا آپ کی وفات پر نوحہ سنا اور وہ یہ کہہ رہے تھے،

نبكی الفتاة البرة الامینة
ذات الجمال العفة الرزینة
زوجة عبد الله والقرینة
ام نبی الله ذی السکینة
وصاحب المنبر فی المدینة
صارت لدی حفرتها رهینة

سابقہ اشعار میں بتوں کی پوجا سے نہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اعتراف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اقرار موجود ہے، اور وہ الفاظ شرک وکفر کے منافی ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت آمنہ مومنہ تھیں۔ بلکہ تمام انبیاء کی امہات مومنات صالحات ہی تھیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ "مسالک الحنفاء" میں لکھتے ہیں۔

انی استقرأت امہات الانبیاء فوجدتہن مؤمنات، فام اسحٰق وموسٰی وھارون وعیسٰی وحواء ام شیث علیہ السلام مذکورات فی القرآن بل قیل بنبوتہن ووردت الاحادیث بایمان ھاجر ام اسماعیل وام یعقوب وامہات اولادہ وام داؤد وسلیمان وزکریا ویحیٰی وشمویل وشمعون وذی الکفل علیہم السلام ورجحہ ابن حبان فی تفسیرہ (الی ان قال) فامہات الانبیاء الذین من بنی اسرائیل کلہن مومنات (الی ان قال) وبقی ام ھود، وصالح ولوط وشعیب علیہم السلام یحتاج الی نقل اودلیل والظاہر ان شاء اللہ ایمانہن فکذلک ام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان السر فی ذلک مایرینہ من النور (ص۲۰)

اور "التعظیم والمنۃ" میں فرماتے ہیں،

قد تأملت بالاستقراء فوجدت جمیع امہات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مومنات، فلابد ان تکون ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذلک (ص۲۴)

○

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر سمجھنے والا ملعون ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ "مسالک الحنفاء" میں فرماتے ہیں:

سئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد الائمۃ المالکیۃ عن رجل قال: ان آباء النبی فی النار، فاجاب بان من قال ذلک فہو ملعون لقولہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ، قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار (ص۲۰)

یعنی امام المالکیہ قاضی ابوبکر ابن العربی سے اس شخص سے متعلق سوال ہوا جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ کہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ شخص جو ایسا کہے ملعون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچائیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لئے عذاب مہین تیار کر رکھا ہے"،

اور اس سے بڑی ایذاء اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔

اور امام ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق عبد اللہ بن یونس روایت کرتے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک کاتب لایا گیا وہ خود مسلمان تھا اور اس کا باپ کافر تھا تو آپ نے لانے والے کو فرمایا کہ اگر ابناء مہاجرین میں سے کوئی لاتے تو اچھا ہوتا۔ اس کاتب نے کہا میرا باپ اگر کافر ہے تو کیا ہوا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بھی تو ایسے ہی تھے، اسکی اس بات پر حضرت عمر بن عبد العزیز سخت ناراض ہوئے اور اسے معزول کر دیا۔ اسی روایت کو شیخ الاسلام ہروی نے اپنی کتاب "الکلام" میں بسند ابن ابی جمیلہ سے نقل کیا اور اسمیں ہے کہ اس کاتب کا نام سلیمان بن سعد تھا۔

(الدرج المنیفہ ص۲۰، ص۲۱)

بحمد اللہ کتاب ہذا "مذہب الصلحاء فی آباء المصطفٰی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم" پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر اس مضمون کو پڑھکر ان کا ایمان تازہ ہو تو راقم کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بحق سید المرسلین مجھے اسی طرح خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے، اور شریعت پہ ثابت قدم رکھے اور میرے اس ہدیہ و تحفہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

وصلی علی سیدنا محمد وعلی آلہٖ واصحابہ وآبائہٖ واھل بیتہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

اجماعِ اُمّت کے حُجّت ہونے پر

معرکۃ الآراء کتاب

الالماع فی حجیّۃ الاجماع

(عربی)

تصنیف: علّامہ محمد عبد الرحمٰن الجامی السّعیدی
ایم اے عربی / اسلامیات و گولڈ میڈلسٹ

ملنے کا پتہ

فاران اکیڈمی، ١٧ - بی اردو بازار، لاہور

دُعا بعد جنازہ کے استحباب پر

بے نظیر کتاب

نفع الاموات

بالدّعاء بعد الصّلوٰۃ

(زیرِ طبع)

تصنیف

علّامہ جامی سعیدی

مجموعۂ چہل حدیث

الاربعین من

کلام سیّد المرسلین

(زیرِ طبع)

(تالیف)

علامہ جامی سعیدی

عورت کی حکمرانی

کے عدم جواز پر

نہایت مدلل کتاب

لائبریری

امارۃ المراۃ (عربی)

(زیر طبع)

تصنیف

علامہ محمد عبدالرحمٰن جامی سعیدی

مسلمانانِ عالم کے لیے انمول تحفہ

علامہ جامی کی نہایت مدلل

تصانیف

(۱) مذہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء (نسبِ نبوی پر بے نظیر کتاب)

(۲) الاربعین من کلام سید المرسلین (۴۰) حدیثوں کا مجموعہ

(۳) نفع الاموات بالدعاء بعد الصلوٰۃ (جنازہ کے بعد دعا کے متعلق بے مثال کتاب زیر طبع)

(۴) العلماء والصوفیاء (علماء دین کی فضیلت اور جاہل صوفیاء کے رد میں بہترین کتاب زیر طبع)

(۵) حلف المدعی مع الشاہد الواحد (ایک گواہ کی موجودگی میں مدعی پر قسم کے جواز پر تحقیقی رسالہ)

(۶) الاطلاع فی حجیۃ الاجماع (حجیت اجماع پر عربی زبان میں مدلل کتاب)